



رمضان کے احکام میں جنت کی راہ

ہدایۃ الجنان بالحکام رمضان

۱۳۲۳ھ

رَضَیَ اللہُ عَنْہُمْ

تصنیف لطیف :-

تَقَبَّلَ اللہُ مِنَّا وَ مِنَّا اَعْلٰی حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمہ

ALHAZRAT NETWORK

اعلیٰ حضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

ہدایۃ الجنان باحکام رمضان

۱۳

ھ

۲۳

(رمضان کے احکام میں جنت کی راہ)

www.alahazratnetwork.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ ۲۶۲ از شاہجہان پور محلہ جگدل نگر متصل اسٹیشن ریلوے مسرہ محمد فصاحت اللہ خان
، رمضان المبارک ۱۳۲۳ھ

بعد اوائے آداب کے عرض پڑا کہ ہوں کہ ایک اشتہار مولوی اعظم شاہ صاحب نے بابت افطار و
سحری رمضان المبارک و نیز چند مسائل روزے کے جو اوپر نقشہ اور پشت پر نقشہ لکھے ہیں شائع کر کے تقسیم کرائے
ہیں جو کہ شاہجہان پور میں سال گزشتہ میں بابت چاند عید اضحیٰ نزاع ہو چکا ہے اس خیال سے اس نقشہ کی
بابت تحقیقات کرنا ضروری ہے۔ آج کے روزے کا نقشہ دیا ہوا بابت افطار و سحری اور نقشہ مولوی اعظم شاہ
اور نقشہ مولوی ریاست علی خان صاحب کا مقابلہ کیا گیا جو اعظم شاہ کے نقشہ اور آپ کے نقشہ سے بہت فرق
آیا بابت سحری کے، اور آپ کا نقشہ اور مولوی ریاست علی خان کا نقشہ قریب قریب ہے جو کہ اب ایسی حالت
میں بڑا نقصان کم علموں کا ہو رہا ہے اور ہو گا کیونکہ کل کے روز ایک عورت نے چارنج کر چالیس منٹ پر سحری کھائی
اور جب اُس کی حالت مولوی اعظم کو معلوم ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ روزہ جاتا رہا اس پر اس نے روزہ توڑ ڈالا

جب مولوی ریاست علی خاں صاحب سے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ اُس کا روزہ تھا کیونکہ وہ وقت سحری کھانے کا تھا اور نیز اس اشتہار میں جو مسائل بابت رمضان المبارک اور وقت افطار اور وقت سحری اور مسائل تراویح کے لکھے ہیں وہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ صحیح لکھے ہیں یا نہیں، بندہ اشتہار مذکور روانہ خدمت عالی کرتا ہے اور بعد ملاحظہ جملہ اشتہار کے اس کے صحیح اور غیر صحیح پر توجہ فرمائی جائے، اور اگر غلط ہے تو جس جس مسئلہ میں غلطی ہو اُس کا جواب بحوالہ کتاب ارقام فرمادیکئے، اگر نقشہ غلط ہو تو بابت نقشہ کے اسی قدر کافی ہے کہ نقشہ غلط ہے اور اس اشتہار کے بھیجنے کی بابت جناب مخدوم و مکرم مولوی ریاست علی خاں صاحب نے بھی تاکید فرمائی تھی جب میں نے عرض کیا تھا کہ اس اشتہار کو بریلی روانہ کروں گا تو فرمایا کہ ضرور بھیج دو تاکہ وہاں سے جواب آنے کے بعد اُس اشتہار کی صحت اور غلطی کا اعلان کر دیا جائے، فقط۔

الجواب

بعد مرام سنت متمسک بعد سوال جواب واجب اور وقت وجوب اظہار صواب لازم، اوقات صحیح نکالنے کا فن جسے علم توقیت کہتے ہیں، ہندوستان کے طلبہ تو طلبہ اکثر علماء اس سے غافل ہیں نہ وہ درس میں رکھا گیا ہے نہ ہیأت کی درسی کتابوں سے آسکتا ہے اور جو کچھ مسالہ مولوی سیح الدین خاں کا کوروی وغیرہ بنا گئے وہ فقط ناکافی ہی نہیں بلکہ سخت اغلاط میں ڈالنے والا ہے، یونہی مرزا خیر اللہ منجم کی دو حرفی جدول سے کوئی نادان فقہ فہم نہیں پاسکتا، اگر کسی نے بڑی تحقیقات جاری تو زیر سادہ خانی کی جد اول تعدیل النہار سے کام لیا، سحری کو تو ان سے کچھ تعلق ہی نہیں اور افطار میں بھی ناقص ہے جب تک متعدد ضروری اصلاحیں اُس کے ساتھ شریک نہ ہوں، پھر جسے وہ اصلاحیں آتی ہیں اُسے اُن جدول کی کیا حاجت، فقیر نے اس فن میں نہ نری کتابی باتوں پر اعتماد کیا نہ خالی دلائل ہندسہ پر، نہ تنہا تجربہ و مشاہدہ پر، بلکہ سب کو جمع کیا اور بتوفیق الہی اپنی ذہنی جدتوں سے بہت کچھ کام لیا یہاں تک بفضلہ تعالیٰ برہان و عیان کو مطابقت کر دیا، میرا نقشہ بفضلہ تعالیٰ جہوف نہیں ہوتا جو ہیأت و ہندسہ جانتا ہو وہ اُسے براہین کے مطابق پائے گا، اور جو نگاہ رکھتا ہو صریح صادق و کاذب کو دیکھ کر پہچان سکتا ہو وہ اسے مشاہدہ سے موافق پائے گا، میرے نقشوں میں بریلی کی سی سحری و افطار میں پانچ پانچ منٹ کی احتیاط ہوتی ہے اور دوسرے شہروں کا تقریبی وقت بھی اُسی صحت کے ساتھ دیا جاتا ہے کہ کم و بیش چار پانچ منٹ احتیاطی رہیں۔ جو نقشہ میرے بتائے ہوئے وقت سے جتنا مخالف ہو یقین جانتے کہ وہ اتنا ہی غلط ہے اگرچہ کسی کا بنایا ہوا ہو، دو نقشے اگر صحیح باقاعدہ دینے ہوں تو صرف اس قدر فرق کر سکتے ہیں کہ احتیاطی منٹ کسی نے دو ایک کم رکھے کسی نے زائد، یا ایک منٹ کی تحتانی کسر دوں میں کسی نے زیادہ تعمق کیا کسی نے بے ضرورت سمجھ کر مساہلت سے کام لیا و بس۔ اب آپ خود دیکھ سکتے ہیں کہ

ان مولوی صاحب کے فہمے میں کتنا فرق ہے، شاہجہان پور، بریلی، بدلیوں، پیلی بھیت، دہلی، رامپور، لکھنؤ، مراد آباد کے وقت یہاں اور شاہجہان پور والے دونوں فہموں میں دے ہیں ان میں ہر شہر کے لیے سحری کے اوقات میں بیس بائیس منٹ تک کا فرق ہے اور دہلی کے لیے تو ۲۸ منٹ تک ہے کہ دو منٹ کم آدھا گھنٹا ہوا مگر پیلی بھیت کے لیے اللہ اعلم کس وجہ سے اس قدر ترقی واقع ہوئی کہ ابتداء میں وقت ٹھیک آیا اور آخر ماہ میں بڑھتے بڑھتے احتیاطی منٹ کا بھی اصل نشان نہ رہا کنارے ہی پر آ لگا بلکہ تہ قی کی جائے تو عجب نہیں کہ کچھ حصہ صبح کا آجائے۔ بات یہ ہے کہ مولوی صاحب نے شاہجہان پور کے وقت بطور خود تجویز کر کے باقی شہروں کے لیے صرف ان کا تفاوت طول جو ان کے خیال میں تھا گھنٹا بڑھالیا حالانکہ تبدل اوقات میں بڑا حصہ تفاوت عرض کا ہے دو شہروں میں تفاوت طول اصلاً نہ ہو صرف اختلاف عرض سے طلوع و غروب و صبح و عشا میں گھنٹوں کا فرق پڑ جاتا ہے شاہجہان پور و پیلی بھیت میں اکیس منٹ کا تفاوت کسی طرح نہیں بنتا، یہی حال کلکتے کا ہے کہ اخیر کی تاریخوں میں کچھ ہی خفیف نام احتیاط کا رہ گیا ہے دو سال ہوئے کہ خاص کلکتے کے اوقات یہاں سے شائع ہوئے تھے ۲۸ نومبر سے ۲۸ تک تاریخیں اس سال بھی پڑی ہیں ان سے ملا کر دیکھ سکتے ہیں پرچہ مرسل ہے افطار کے اوقات میں اتنا زیادہ تفاوت نہیں مگر اس کا تھوڑا بھی بہت ہے، مثلاً شاہجہان پور میں احتیاطی منٹ گھنٹے گھنٹے آخر میں صرف ایک ہی رہ گیا مگر دہلی پر آفت پوری ہے اول سے آخر تک غروب سے پہلے افطار لکھا ہے خصوصاً آخر میں تو پانچ منٹ پیش از غروب افطار ہوئی ہے، شاہجہان پور میں جس نے نہ بج کر ۴۴ منٹ تک سحری کھاتی اس کا روزہ یقیناً صحیح ہوا، وہ عورت روزہ توڑنے سے سخت گنہ گار ہوئی اس کا روزہ نہ ہونے کا حکم محض غلط تھا۔ ابو داؤد، دارمی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من افقی بغیر علم کان اثمہ علی من
افشاء لہ
جس نے بے علم فتویٰ دیا اس کا وبال فتویٰ دینے والے پر ہے۔ (د)

اگر گھڑی صحیح تھی تو یقیناً پاؤ گھنٹے سے زیادہ وقت باقی تھا۔ مسلمانو! یہ دین ہے جس پر خدا کی دین ہے وہ جانتا ہے کہ اس کا سیکھنا مجھ پر دین ہے قواعد و براہین ہدایت و ہندسہ بالائے طاق سہی وقت پہچانتا تو ہر مسلمان پر فرض عین ہے، افسوس کہ ہزاروں آدمی حتیٰ کہ بہت ذی علم بھی صبح صادق و کاذب کی ٹھیک تمیز دیکھ کر نہیں بتا سکتے اور اس پر کتب ہدیت وغیرہ کی پریشان بیانیوں نے انہیں اور دھوکے میں ڈالا ہے، سچ

صبح فرمایا امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی نے کہ ابتداء میں انسان کو ان دونوں صبح میں امتیاز مشکل ہوتا ہے بکثرت بار بار بغور مشاہدہ کرتا رہے تو بعینیت الہی دونوں صبحیں خوب نگاہ میں نہج جاتی ہیں کہ بنگاہ اولیں دیکھ کر کہہ سکتا ہے کہ ابھی صبح صادق ہوئی یا نہ ہوئی، یہاں متعدد وجوہ سے لوگ اشتباہ میں ہیں ان کا بیان کر دینا ضرور ہے کہ مسلمان سمجھ لیں اور اغلاط سے بچیں۔

فاقول وبالله التوفیق (پس میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ ت) **اولاً صبح کاذب** کو حدیث میں مستطیل یعنی لمبی اور صادق کو مستطیل پھیلی ہوئی فرمایا ہے، ناواقف گمان کرتے ہیں کہ صبح کاذب کوئی دورے کی مثل باریک سفیدی ہے اور جہاں ذرا چوڑی سفیدی ہوئی تو صبح صادق ہوگئی یہ محض غلط وہم ہے رات کی چھائی ہوئی اندھیری میں باریک ڈور کیا نظر آسکتا صبح کاذب بھی ضرور عرض رکھتی ہے اور نگاہ میں دو تین گز بلکہ اس سے زیادہ تک چوڑی ہوتی ہے بلکہ حدیث کی مراد وہ ہے جو خود حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دست اقدس کے اشارے سے تعلیم فرمائی کہ شرقاً غرباً جو سفیدی پھیلی ہوتی ہے وہ صبح کاذب ہے اور دونوں دست مبارک کی کلمے کی انگلیاں ملا کر یا تھ پھیلائے یعنی جنوباً شمالاً افی میں پھیلنے والی سپیدی پھیلی صبح صادق ہے۔


ثانیاً بعض کتب میں صبح کاذب کی وجہ تسمیہ یہ لکھی کہ یعقبہ ظلمۃ فالافق یکذبہ یعنی اس کے عقب میں ظلمت ہوتی ہے، یہ سپیدی تو کہہ رہی ہے صبح ہوگئی، افق اس کی تکذیب کرتی ہے لہذا اسے صبح کاذب کہتے ہیں۔ اس کے معنی علمائے زمانہ قریب نے یہ سمجھ لے کہ صبح کاذب کی سپیدی جا کر اُس کے بعد اندھیرا ہو جاتا ہے پھر صبح صادق نکلتی ہے حالانکہ یہ محض باطل ہے، صبح کاذب کی سپیدی جہاں شروع ہوتی ہے وہ اخیر تک بڑھتی ہی جاتی ہے ہرگز غروب آفتاب تک بال تار کی نہیں آتی بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ صبح کاذب کی سپیدی افق سے بہت اونچی ظاہر ہوتی ہے اور اس کے عقب میں اس کے نیچے یعنی افق میں اس کے نیچے بالکل اندھیرا ہوتا ہے، جب صبح صادق پھیلی ہے یہ تاریکی بھی روشنی سے بدل جاتی ہے۔

ثالثاً بعض کتب ہیئت اور ان کے اتباع سے بعض کتب فقہ مثل رد المحتار میں لکھ دیا کہ جب آفتاب افق سے ۵ درجے نیچے رہتا ہے اس وقت صبح صادق ہوتی ہے، اور صبح کاذب اس سے صرف تین درجے پہلے، یعنی ۸ درجے کے انحطاط پر ہوتی ہے مگر ہزاروں بار کا مشاہدہ شاہد ہے کہ یہ بھی محض غلط ہے بلکہ جب آفتاب کا انحطاط قریب ۸ درجے کے رہ جاتا ہے اس وقت یقیناً صبح صادق ہو جاتی ہے، صبح کاذب اس سے بہت درجوں پہلے ہو چکتی ہے، میں نے آج ہی رات کہ شب ہشتم ماہ مبارک ہے چشم خود معائنہ کیا کہ آفتاب ہنوز تینتیس درجے سے زیادہ افق سے نیچا تھا کہ صبح کاذب اپنی جھلک دکھا رہی تھی، صبح صادق ہونے کو ایک گھنٹے کامل سے بھی زیادہ وقت باقی تھا۔

عبد یعنی سعد اللہ صاحب رام پوری ۱۳


سابعاً عوام صبح کا طلوع ہونا سنتے ہیں تو اپنے زعم میں یہ گمان کرتے ہیں کہ افق یعنی زمین کے کنارہ سے یہ سپیدی اٹھتی ہوئی جب بلندی پر آتی ہے تو ہمیں مکانون میں یا چھت پر دکھائی دیتی ہے جیسے آفتاب وغیرہ ستارے کہ شہر میں اپنے طلوع سے دیر کے بعد نظر آتے ہیں اس بنا پر وہ صبح ہوتی دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ بہت پہلے ہو چکی ہے جب تو اتنی بلندی آگئی ہے حالانکہ یہ بھی ان کا محض وہم ہے بلکہ یہ سپیدی افق سے بہت اونچی ہی ہماری نظروں میں پیدا ہوتی ہے۔ فرض کیجئے کہ آدمی جنگل بلکہ سمندر میں ہو کہ نگاہ کے سامنے درخت، غبار، ابر وغیرہ کوئی شے اصلاً حائل نہ ہو تو وہاں بھی یہ بیاض افق سے بہت اوپر ہی حادث ہو گی اور اس کے نیچے تمام کنارہ آسمان تاریک ہوگا، اسی کو تو یعقبہ ظلمۃ (اس عقب میں ظلمت ہوتی ہے) کہا گیا، اپنی ہی سمجھ کے قابل یوں سمجھیں کہ نظر واقع ضرور ہے کہ آفتاب کی کرنیں پہلے اُس حصے میں سپیدی لاتی ہوں گی جو کنارہ زمین کے متصل ہے مگر وہ نہ کبھی محسوس ہوتی نہ ہو، افق میں بخارات کا ازدحام اور خطوط نظر کا صد ہا میل بخار وغیرہ کثافات کو طے کر کے افق تک جانہ آفتاب کی دھوپ جیسی روشن چیز کو کتنا میلا کر کے دکھاتا ہے کہ سپیدی کی جگہ سرخی معلوم ہوتی ہے اور تیزی نام کو نہیں ہوتی پھر یہ خفیف ضعیف سپیدی کیا اس قابل ہے کہ افق میں نظر آ سکے جو صاف بھی کم ہے اور نظر سے دور بھی بہت ہے یہ تو ہمیشہ اوپر ہی چھکے گی جہاں نظر سے قُرب بھی ہے اور جگہ بہ نسبت افق صاف تر ہے۔

خامساً بعض کتب میں واقعہ صبح اٹک کا ساتھ ساتھ ہے، اسے لوگ ہر موسم میں و ہر مقام کے لیے عام سمجھ لیے، حالانکہ جن عالم نے ایسا فرمایا وہ اُس موسم اور اُس عرض بلد کے لیے خاص تھا ورنہ یقیناً صبح ہمارے بلاد میں رات کے چھٹے حصے سے دسویں حصے تک ہوتی ہے جس کی مفصل جدول فقیر نے اپنے فتاویٰ میں لکھی ہے اس ماہ مبارک میں بھی صبح رات کے نویں حصے سے دسویں حصے تک ہے، جو لوگ ساتواں حصہ لگاتیں گے وہ آپ ہی رات کو دن بنائیں گے، اب ہم بتوفیق اللہ تعالیٰ صبح کاذب کے شروع سے صبح صادق کے انتشار تک جو صورتیں اس سپیدی کی پیش آتی ہیں اُن کا واضح بیان کرتے ہیں جو آج تک کسی کتاب میں نہ لکھا گیا جو ہمارا برسوں کا مشاہدہ ہے اور جسے بغور سمجھ لینے والا ان شاء اللہ تعالیٰ بہت جلد صبح کاذب و صادق میں امتیاز کا ملکہ پیدا کر سکتا ہے :


- (۱) افق سے کئی نیزے بلندی پر جانب مشرق آج جہاں سے آفتاب نکلنے کو ہو اس کی سیدھ میں یعنی دائرہ منطق البروج کی سطح کو بخار پر رات کی اندھیری میں ایک خفیف سپیدی کا دھبہ پیدا ہوتا ہے جسے چاروں طرف سے رات کی اندھیری گھیرے ہوئے ہے اس انداز پر  یہ صبح کاذب کی بنیاد پڑتی ہے۔
- (۲) جوں جوں آفتاب افق کے نزدیک آتا جاتا ہے یہ سپیدی ترقی کرتی ہے مگر ترقی معکوس یعنی اوپر سے


نیچے کو بڑھتی جاتی ہے، پہلے افق سے بہت اونچی چلی تھی اور نیچے دوڑ تک اندھیرا تھا اب وہ اونچی سپیدی تو اپنی جگہ رہتی ہے اور اس کے نیچے سپیدی اور اس میں ملتی جاتی ہے یہاں تک کہ شدہ شدہ افق کے قریب تک آنے کو ہوتی ہے مگر ان سب حالتوں میں وہ ایک طولانی ستون کی حالت میں ہوتی ہے گویا ایک سفید چادر اوپر سے نیچے لٹکائی گئی ہے کہ اسی کی حد تک سپیدی ہے اور اس پاس بالکل اندھیرا ان شکلوں پر



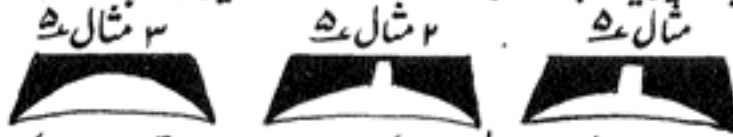
(۳) ان تمام اشکال کے بعد اس عمود کے حصہ زیریں کے دونوں پہلوؤں پر نہایت تھوڑی دوڑ تک ایک خفیف بھورا پن خاکستری رنگ پیدا ہوتا ہے کہ کبھی تمیز میں آتا ہے اور معانگاہ کے نیچے سے نکل جاتا ہے اس طرز پر  اب یہ وہ وقت کہ صبح صادق اپنے رُخ روشن سے نقاب اٹھایا چاہتی ہے مگر ہنوز صبح نہیں کہ اس کے لیے تبیین شرط ہے اور یہ تبیین نہیں،

قال اللہ تعالیٰ حتیٰ تبیین لکم الخیط الابيض
من الخیط الاسود من الفجر
لے ظاہر ہو جائے سفیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے پو پھٹ کر۔ (ت)

ان تمام حالتوں تک صبح کاذب ہی ہے اور نمازِ عشاء اور سحری کھانے کا وقت بالاتفاق باقی ہے۔
(۴) اس کے بعد وہ دونوں پہلوؤں پہاڑ کی سی شکل میں اُگھان کی سپیدی اُگل بدترگی ہوتی ہے اور جنوباً شمالاً اس کا عرض بہت خفیف ہوتا ہے، اس وضع پر یہ ابتدائے صبح ہے اور اس وقت میں ہمارے مشائخ کرام کو اختلاف ہے، بعض نے اسے صبح قرار دیا اور یہی احوط ہے، اور بعض نے  بلحاظ شرط استظارہ و انتشار اسے بھی صبح کاذب کے حکم میں رکھا اور یہی اوسع ہے۔ ان جمیع حالتوں میں عمود کے تمام بالائی حصے کے اس پاس نری سیاہی ہوتی ہے۔

(۵) اس کے بعد دونوں پہلوؤں کی یہ سپیدی آناً فاناً جنوباً شمالاً پھیلنا شروع ہوتی ہے اور ایک خفیف دیر میں پھیل جاتی ہے۔ اس طرز پر  یہ یعنی اجماعی صبح صادق ہے اور ہنوز وہ عمود بدستور باقی، اور اس کے تین طرف سیاہی ہوتی ہے مگر یہ سچی سپیدی جیسی جیسی جنوب شمال میں پھلتی ہے ساتھ ہی نیچے سے اوپر چڑھتی جاتی ہے برعکس سپیدی کاذب کے کہ اوپر سے نیچے بڑھتی آتی تھی یہاں تک کہ اب وہ عمود سپید رفتہ رفتہ اس منتشر سپیدی میں تم ہوتے ہوتے فنا ہو جاتا ہے یعنی اس کے اطراف کی

ساری سیاہی کو سپیدی گھیر لیتی ہے اور اب اس عمود کی صورت متمیز نہیں رہتی ان صورتوں پر

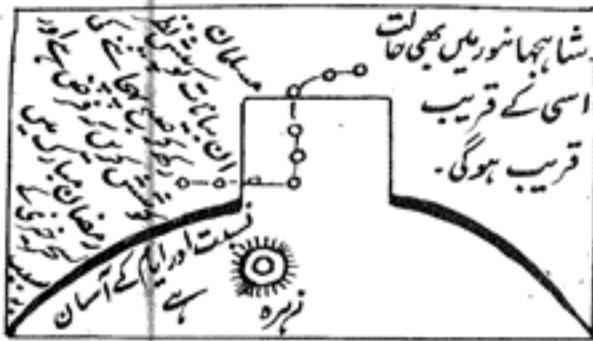


(۶) اب یہ سپیدی جس طرح آسمان پر بڑھی زمین کی جانب بھی متوجہ ہوتی اور صحن و بام کو روشن کر دیتی ہے یہ وقت اسفار ہے کہ نماز صبح کا مستحب وقت ہے اور اس سے پہلے اندھیرے میں پڑھنی خلاف مستحب۔

(۷) جب آفتاب اور زیادہ قریب آتی آتا ہے یہ سپیدی سُرخ لاتی ہے پھر سنہرا پھر چمکدار سپیدی اُس کے متصل طلوع آفتاب ہے، پانچویں شکل جو اجماعی صبح ہے اسے جانے دیجئے، تو چوتھی شکل بھی اُس مضان مبارک اور اس سے پہلے کے متعدد درمضانوں میں بریلی و شاہجہانپور میں تیسری شب کی صبح اُن گھڑیوں سے بھی جو پارساں تک حال کی گھڑیوں سے نو منٹ کم تھیں کبھی کسی دن ٹھیک پانچ بجے بھی نہ ہوتی اور اخیر تارینوں میں جو چاہے آزما کر دیکھ لے، سو پانچ بجے تک بھی ہرگز نہ ہوگی تو چار بج کر ۴۰ منٹ پر روزہ نہ ہونے کا حکم کیونکر صحیح ہو سکتا ہے، تمیز کے لیے ایک اور پہچان گزارش کروں آسمان پر چند کواکب سے ایک شکل حرف کاف بنتی ہے اسن وضع پر یہ کاف آج کل کھلی رات کو طالع ہوتا ہے اس سے ایک نیزے کے فاصلے پر ان دنوں بڑا روشن ستارہ زہرہ ہے بریلی میں صبح کاذب کا عمود آج کل اس کاف کے الف یعنی حصہ وسطانی کے گرد ہوتا ہے اور زہرہ تک پھیلنا ہے پھر زہرہ کے دونوں پہلوؤں سے جنوب و

شمال کو صبح صادق تجلی کرتی ہے اس شکل پر، ادقات کے متعلق بیان سے فراغ ہوا۔ رہے مسائل مذکورہ اشتہار، ان میں بھی سخت اغلاط بشدت ہیں، مثلاً :

اول ہلال رمضان بحال ابر و غبار ایک ثقہ کی گواہی شرط کرنی اس مذہب معتد و



ظاہر الروایۃ مصححہ کے خلاف ہے کہ اجلہ ائمہ مثل امام شمس الامۃ حلوانی و امام بریان الدین فرغانی و امام برازی وغیرہم نے جس کی تصحیح فرمائی اور نظر بحال زمانہ اس پر اعتماد واجب ہے کہ یہاں شہادت مستور بھی مقبول ہے یعنی جس کا فسق معلوم نہیں اور اس کا ظاہر حال صلاح ہے محرر مذہب امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصریح فرمائی کہ ہلال رمضان میں ثقہ وغیر ثقہ دونوں کی شہادت مقبول ہے غیر ثقہ سے وہی مستور مراد جس کی عدالت باطنی فہمول ہے آج کل ثقہ کی کیا بی ظاہر ہے تو اس ظاہر الروایۃ

مصححہ بالتصریح سے عدول صریح جل نامقبول، کافی امام حاکم شہید میں ہے :
 تقبل شهادة المسلم والمسلمة عدلا كان
 الشاهد او غير عدل له
 ودر مختار میں ہے : صحیحہ البزازی (اس کو بزازی نے صحیح قرار دیا ہے۔ ت) فتح القدير میں ہے :
 وبه اخذ الحلواني (اسے حلوانی نے اختیار کیا ہے۔ ت) رد المحتار میں ہے :
 وكذا صححه في المعراج والتجنيس و
 مشى عليه في نور الايضاح وانه ظاهر
 الرواية ايضا فالحاكم الشهيد في الكافي
 جمع كلامه محمد في كتبه التي هي ظاهر
 الرواية والمراد بغير العدل المستور مخلصا
 معراج اور تجنیس میں اسے صحیح کہا، نور الايضاح نے
 بھی اسی کو اختیار کیا، اور ظاہر روایت بھی یہی ہے
 تو حاکم شہید نے الکافی میں امام محمد کا وہ کلام جمع
 کیا ہے جو ان کی کتب میں مذکور ہے اور یہی
 ظاہر الروایت ہے اور غیر عادل سے مراد مستور الحال
 ہونا ہے (ت)

دوم قبول شہادت کے لیے مطابقت قواعد شرعیہ کے ساتھ مطابقت قواعد عقلیہ کی قید پر طعانی بھی خلاف
 مذہب معتد ہے، رویت ہلال میں جس قدر عقلی بات کہ شرع مطہر نے بھی قبول فرمائی ہے مثلاً اٹھائیس کو پانچ نہیں
 ہو سکتا اتنی تو قواعد شرعیہ میں آگئی اس سے زائد جو قواعد اہل بیت نے دربارہ ہلال اپنے ظنون و تخمینات سے
 گھڑے ہیں شرع نے اصلاً ان کی طرف التفات نہ فرمایا اور صراحتاً ارشاد فرمایا :
 انامة امانة لا نكتب ولا نحسب الشهر
 هكذا او هكذا او هكذا الحديث
 ہم اُمی امت ہیں نہ لکھتے ہیں اور نہ ہی حساب جاتے ہیں
 مہینہ اس طرح اس طرح، اس طرح، الحديث (ت)
 ودر مختار میں ہے :

لا عبرة بقول الموقتين ولو عد ولا
 مذہب کے مطابق نجومیوں کا قول مقبول نہیں اگرچہ

۹۸-۹۹/۲	مصطفیٰ البابی مصر	رد المحتار بحوالہ کافی بحاکم کتاب الصوم
۱۳۸/۱	مجتبائی دہلی	”
۲۵۰/۲	نوریہ رضویہ سکھر	”
۹۸-۹۹/۲	مصطفیٰ البابی مصر	”
۳۱۷/۱	آفتاب عالم پریس لاہور	”

33

اقول یہ شرع مطہر عالم ماکان و مایکون کے ارشادات میں عالم اتمی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ سیر نیرین ضرور اُس عزیزِ علیم کے حساب مقدر پر ہے ذلک تقدیر العزیز العلیم (یہ سادھا ہے زبردست جانتے والے کا۔ ت) اور کیوں نہ معلوم ہوتا حالانکہ انھیں پر نازل ہوا کہ الشمس و القمر بحسبان (سورج اور چاند حساب سے ہیں۔ ت) بایں ہمہ اس عالم حقائق عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے در باب رویت ہلال حساب کو یک لخت البطل و اہمال فرمایا کہ حضور جانتے تھے کہ یہ اُن محاسبات قطعیہ سے نہیں جن کا ذکر کریمہ بحسبان میں ہے بلکہ ناقص و نامنضبط متاخرین اہل ہدیت کے تخمینات ہیں جن کا خلف دشوار نہیں، ولہذا امام اہل ہدیت بطمیموس نے محسلی میں با آنکہ ثوابت تک کے ظہور و اخفاء کے لیے فصل جدا گانہ وضع کی رویت ہلال کا اصلاً ذکر نہ کیا کہ وہ اصلاً اس کے انضباط پر قادر نہ ہوا اور متاخرین نے جو کچھ لکھا اُن شدید باہمی اختلافات کے بعد (جرمطالعہ شرع موقت و شرعیہ سلطان وغیر سے ظاہر ہیں) خود بھی کوئی ضابطہ صحیحہ نہ بتا سکے ان یتبعون الا الظن وان ہم الا یخرون (وہ پیچھے نہیں جاتے مگر گمان کے اور وہ تو نہیں مگر اُکلیں دوڑاتے ہیں۔ ت) کے مصداق رہے، ولہذا منجمن کے ان حسابات میں اکثر خطا پڑی ہے ابھی چند سال کا ذکر ہے کہ رمضان مبارک جنتریوں میں بلا اشتباہ ۳۰ روز کا لکھا تھا اور یہاں سے نقشہ سحری و افطار میں ۲۹ دن کا مہینہ شائع ہوا بفضلہ تعالیٰ ایسی صاف عام رویت ۲۹ کی ہوئی جس میں اصلاً اختلاف نہ ہوا، مخالفین میں سے ایک صاحب نے بعض خاص اجاب سے کہا میں ۲۹ کو نقشہ ہاتھ میں لیے منتظر رہا

۱۳۸/۱	مطبع مجتبیٰ دہلی	کتاب الصوم	۱۵ درمختار
۱۰۰/۲	مصطفیٰ البابی مصر	"	۲۵ ردالمحتار
			۳۵ القرآن ۹۶/۶
			۴۵ القرآن ۵/۵۵
			۵۵ القرآن ۶۶/۱۰

کہ آج رویت نہ ہو اور فوراً نقشہ لے کر پہنچوں کہ ۲۹ کا مہینہ کب ہوا حالانکہ یہ اُن کی خام خیالی تھی، یہاں نقشوں میں تصریح کر دی جاتی ہے کہ بر بنائے قواعد علم ہیت ہے، شرع مطہر میں رویت پر ہر راس ہے، اگر رویت اس کے خلاف ہو نقشہ پر لحاظ نہ ہوگا، بالکل ایسے قواعد عقلیہ کیا قابل لحاظ ہو سکتے ہیں جن کے سبب ثقہ عادل کی شہادت شرعیہ رد کی جائے۔

وبہ ظہور الجواب عما ذکرہ ہذا الامام السبکی الشافعی ان الشہادۃ ظنیۃ والحساب قطعی فانہ رحمہ اللہ تعالیٰ ظن انہ کسائر حسابات الہیئۃ من الطلوع والغروب والتحویل والتقویم والحسوف و لیس كذلك بل ہو مثل حساب وقت الکسوف بدایۃ و نہایۃ بل ادون مرتبۃ فانہ یتیم بعد تکرار الاعمال الطوال مرۃ بعد اخرى بخلاف هذا ومن جرب تجربتی عرفت معرفتی لاجرم مردہ کل من جاء بعده من محققى الشافعیۃ ایضا وحققوا ان العبرة بالشہادۃ الشرعیۃ وان خالفت تلك القواعد العقلیۃ کما فصلہ فی رد المحتار۔

اس سے امام سبکی شافعی کی گفتگو کا جواب بھی آگیا کہ شہادت ظنی ہے اور حساب قطعی، کیونکہ انھوں نے اسے باقی حسابات مثلاً طلوع، غروب، تحویل، تقویم اور خسوف کی حالت پر قیاس کیا ہے حالانکہ معاملہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ تو ابتداء و انتہا کے اعتبار سے خسوف بلکہ رتبہ کے اعتبار سے اس سے بھی کم درجہ پر ہے کیونکہ یہ یکے بعد دیگرے تکرار عمل سے تام ہو جاتا ہے بخلاف مذکورہ کے، جو بھی مجھ جیسا تجربہ کرے گا اسے ہماری طرح ہی معرفت ہوگی، یہی وجہ ہے کہ ان کے بعد آنے والے محقق شوافع نے بھی ان کا رد کیا ہے اور یہی ثابت کیا کہ اعتبار شہادت شرعیہ کا ہے اگرچہ وہ قواعد عقلیہ کے مخالف ہو، جیسا کہ اس کی تفصیل رد المحتار میں ہے۔ (ت)

سوم، رمضان مبارک میں بحال صفا فی مطلع ایک ثقہ کی گواہی مطلقاً رد کر دینا مذہب منفع کے خلاف ہے بلکہ وہ بتصریح محرم مذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اس حالت سے مقید ہے جبکہ اس اکیلے کاروایت سے تفرّد خلاف ظاہر ہو ورنہ اگر بیرون شہر سے آیا اور اہل شہر نے نہ دیکھا یا یہ بلندی پر تھا اور لوگ زمین پر یا لوگوں نے تلاش ہلال میں کوشش نہ کی تو صفا فی مطلع میں بھی ایک کی شہادت ظاہر الروایۃ صحیحہ معتمدہ منفعہ پر مقبول ہے۔

درمختار میں ہے :

صحیح فی الاقضیۃ الاکتفاء بواحد ان جاء بخارج البلد او كان على كتاب الاقضیۃ میں اس بات کی تصحیح ہے کہ ایک گواہ پر اکتفاء درست ہے جبکہ وہ بیرون شہر سے

مکان مرتفع و اختصاراً ظہیر الدینؒ

آیا ہو یا وہ کسی بلند جگہ پر ہو، اور ظہیر الدین نے اسی کو مختار کہا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

واعتمده في الفتاوى الصغرى ايضا وهو قول الطحاوى واشار اليه الامام محمد في كتاب الاستحسان الاصل قال في النهاية اذا جاء من خارج المصر او كان في موضع مرتفع فانه يقبل عندنا اه فقوله عندنا يدل على انه قول ائمتنا الثلاثة رضى الله تعالى عنهم وقد جزم به في المحيط وغيره عن مقابله بقبيل ففيه التصريح بانه ظاهر الرواية وهو كذلك ويظهر لي ان لامنافة بينهما لان رواية اشتراط الجمع العظيم محمولة على ما اذا كان الشاهد المصر في مكان غير مرتفع فتكون الرواية الثانية مقيدة لاطلاق الرواية الاولى الخ اه باختصاره

فتاویٰ صغریٰ میں بھی اسی پر اعتماد کیا ہے اور یہی امام طحاوی کا قول ہے امام محمد نے اصل کی کتاب الاستحسان میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے، فرمایا: نہایت میں ہے جب گواہ بیرون شہر سے آیا ہو وہ کسی بلند جگہ پر ہو تو ہمارے نزدیک اس کی گواہی مقبول ہوگی اہ نہایت کا عندنا یہ واضح کر رہا ہے کہ یہ تینوں ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قول ہے۔ محیط میں اس پر جزم ہے اور اس کے مقابل قول کو قبیلی سے ذکر کیا اور اس میں تصریح ہے کہ یہ ظاہر الروایت ہے، اور وہ اسی طرح ہے، میرے نزدیک ان روایات میں کوئی منافات نہیں کیونکہ یہ روایت کہ جم عظیم کا ہونا ضروری ہے، یہ اس صورت پر محمول ہے جب گواہ شہری بلند جگہ والا نہ ہو، تو اب دوسری روایت پہلی مطلق روایت کے لیے مقید بن جائے گی الخ اه اختصاراً (ت)

یہاں تین روایتیں ہیں اور تینوں مصححہ، اور تینوں ظاہر الروایت ہیں، اور فقیر نے اپنی تعلیقات حاشیہ حاشیہ شامی میں بیان کیا ہے کہ وہ سب اپنے اپنے محامل پر مقبولہ معمولہ ہیں، اور فقہ میں بڑا کام یہی قول منقح کا ادراک ہے وباللہ التوفیق۔

چہارم جب رمضان دو عادلوں کی شہادت سے ثابت ہوا ہو اور ۳۰ روزوں کے بعد اکتیسویں شب

۱۳۸/۱

۱۰۱/۲

مطبع مجتہائی دہلی
مصطفیٰ البابی مصر

کتاب الصوم

”

لے در مختار

لے ردالمختار

باوصف صفائے مطلع ہلال نظر نہ آئے تو علماء کو اختلاف شدید ہے ایسی نادر صورت کے ذکر کی اشتہار میں حاجت نہ تھی اور ذکر ہوا تو مذہب مفتی بہ کا اتباع ضرور تھا اور یہاں مفتی بہ یہی ہے جس کے ضعف کی طرف اشتہار میں اشعار کیا یعنی عید کر لی جائے اگرچہ چاند نظر نہ آئے، بلکہ علامہ نوح نے فرمایا کہ یہی مذہب ہمارا ائمہ ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے، اور دوسرا قول کہ ۳۱ روزے رکھے جائیں صرف بعض مشائخ کا ہے تو اس تقدیر پر تو وہ اصلاً قابل لحاظ نہ رہا۔ تنویر الابصار میں ہے:

بعد صوم ثلاثین بقول عدلین حل تیس روزوں کے بعد دو عادل گواہوں کی شہادت الفطر ہے
پر عید الفطر جائز ہوتی ہے (ت)
ردالمحتار میں ہے:

ای اتفاق ان کانت لیلة حادی والثلاثین متیغمة وکذا المصحیة علی ما صححہ فی الدرایة والخلاصة والبزانیة۔
یعنی یہ جواز بالاتفاق ہے جب اکتیسویں رات مطلع ابر آلود ہو اور درایہ، خلاصہ اور بزازیہ کی تصحیح کے مطابق اگر مطلع ابر آلود نہ بھی ہو تب بھی یہی حکم ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

ونقل العلامة نوح الاتفاق علی حل الفطر فی الثانية ایضا عن البدائع والسراج والجوهرۃ قال والمراد اتفاق ائمتنا الثلاثة وما حک فیہا من الخلاف انما هو لبعض المشائخ، قلت وفي الفیض الفتوی علی حل الفطر ہے
علامہ نوح نے بدائع، سراج اور جوہرہ سے نقل کیا کہ دوسری صورت (جب اکتیسویں رات مطلع ابر آلود نہ ہو) میں بھی جواز عید الفطر پر بھی اتفاق ہے، اور پھر کہا یہاں اتفاق سے مراد ہمارے تینوں ائمہ کا اتفاق ہے اور اس میں جو اختلاف منقول ہے وہ بعض مشائخ کا ہے۔ میں کہتا ہوں فیض میں ہے فتویٰ جواز فطر یہ ہے (ت)

مذہب مفتی بہ بلکہ اپنے تمام ائمہ کے مذہب صحیح و معتد کو ضعیف بتانا اور اُس کے مقابل بعض مشائخ کے قول

۱۴۹/۱	مطبع مجتہبی دہلی	۱۔ درمختار شرح تنویر الابصار	کتاب الصوم
۱۰۲/۲	مصطفیٰ البابی مصر	۲۔ ردالمحتار	"
"	"	۳۔	"

پراعتقاد کرنا بحکم در مختار و تصحیح القدوری وغیرہما جہل و خرقِ اجماع ہے۔
 پیچشم ۳۰ شعبان کو مطلع صاف ہونے کے ساتھ یومِ شک کی تخصیص محض باطل ہے بلکہ مطلع صاف
 نہ ہو تو ۲۹ شعبان کے بعد کا دن بالاتفاق یومِ الشک ہے اور بہ نیتِ رمضان اس کا روزہ رکھنا ممنوع،
 اختلاف اگر ہے تو اس میں ہے کہ بحال صفائے مطلع بھی ۳۰ شعبان یومِ الشک ہے یا نہیں،
 معراج الدرایہ شرح ہدایہ و مجتبے شرح قدوری و جامع الرموز شرح نقایہ میں تصریح کی کہ وہ اصلًا
 یومِ الشک نہیں، اور در مختار میں بحوالہ شرح مجمع العینی زاہدی سے نقل کیا کہ بر بنائے عدم اعتبار اختلاف
 مطلع وہ بھی یومِ الشک ہے کہ شاید کہیں اور رویت ہوئی ہو، رد المحتار میں ہے :

القہستانی قیدہ بما اذا غم فلو مصحیة
 ولم یأخذ فلیس بیوم شک احد و مثله
 فی المعراج عن المجتبیٰ
 قہستانی نے اسے اس صورت کے ساتھ مقید کیا
 جب مطلع ابراؤد ہو، اگر مطلع ابراؤد نہ ہو اور
 کسی نے چاند بھی نہ دیکھا ہو تو یہ یومِ شک نہ ہوگا
 معراج میں مجتبے کے حوالے سے اسی طرح منقول ہے :

در مختار میں ہے :

ہو یوم الثلثین من شعبان وان لم یکن
 علة ای علی القول لعدم اعتبار اختلاف
 المطالع لجواز تحقق الرؤية فی بلدة
 اخروی شرح المجمع للعینی عن الزاہدی
 یومِ شک شعبان کا تیسواں دن ہوگا اگرچہ علت
 نہ ہو (یعنی مطلع صاف ہو) یعنی اس قول پر جس
 میں اختلاف مطلع کا اعتبار نہیں کیونکہ کسی دوسرے
 شہر میں رویت کا ثبوت ہو سکتا ہے۔ یہ امام عینی کی
 شرح الجمع میں زاہدی کے حوالے سے منقول ہے (ت)

اقول تو کلام زاہدی مضطرب ہوا اور کلام معراج معارض سے سالم رہا اور اسی کے مثل تبیین الحقائق
 وغیرہ معتمدات میں ہے اور وہی اظہر و ازہر ہے کہ شک استوائے طرفین کی حالت ہے۔ یہی بحر الرائق میں ہے :
 هو استواء طری فی الادراک من النفی و
 نفی و اثبات کے ادراک کی دونوں اطراف کے برابر
 ہونے میں شک ہے (ت)
 الاثبات ۳۰

۹۵/۲	مصطفیٰ البابی مصر	کتاب الصوم	۱ رد المحتار
۱۲۷/۱	مجتبائی دہلی	"	۲ در مختار
۲۲۶/۲	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	"	۳ بحر الرائق

اور جبکہ مطلع صاف ہو اور پانہ اصلاً نظر نہ آئے تو صرف اس احتمال بعید پر کہ شاید کہیں اور سے رویت کا ثبوت آجائے شک متحقق ہونا کس درجہ بعید ہے۔

فان مجرد الرؤية في بلدة اخرى لا يلزمنا
مالہ تثبت بطریق شرعی و هو احتمال لا عن
دلیل فلا يعارض الظن المحاصل من
استقراء الحس الصحيح في المرای الصریح
فافهم

ششم یہ کہنا کہ جو لوگ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کرتے اُن کے قول پر روزہ شک کا جواز ہونا چاہیے سخت عجیب، اور دونوں قول سے مخالف وغیر مصیب ہے۔ ۳۰ شعبان کو جب رویت نہ ہو تو اس میں ہرگز اختلاف قولین نہیں کہ اُس دن روزہ رمضان رکھنا گناہ ہے، اختلاف علت حکم میں ہے جو بحال صفائے مطلع اُسے یوم الشک نہ قرار دیں، اُن کے نزدیک اس لیے کہ لا تقد ہو اس رمضان بصوم یوم ولا یومین (رمضان سے پہلے ایک یا دو دن روزہ نہ رکھو۔ ت)، خود اشتہار میں درمختار سے نقل کیا :

اما على مقابلة فليس بشك ولا يصام
اصلاً
اس کے مخالف قول پر یوم شک نہیں تو اب ہرگز روزہ نہ رکھا جائے گا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

ولا يجوز صومه ابتداء لا فرضاً ولا نقلاً
رمضان سے پہلے نہ فرضی روزہ رکھا جائے اور نہ نفلی (ت)

اُسی میں ہے :

لانه لا احتياط في صومه للخواص
بغلاف يوم الشك
اس لیے کہ اس روزہ کے رکھنے میں خواص کے لیے کچھ احتیاط نہیں بخلاف یوم شک کے۔ (ت)

۱۴۴/۱	مطبع مجتباتی دہلی	کتاب الصوم	۱ درمختار
۹۵/۲	مصطفیٰ البابی مصر	"	۲ ردالمحتار
۹۵-۹۶/۲	"	"	۳ "

اور جو اس حال میں بھی یوم الشک کہیں ان کے نزدیک اس لیے کہ:
 من صام یوم الشک فقد عصی ابا القاسم
 جس نے یوم الشک کا روزہ رکھا اس نے حضور ابو القاسم
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ (ت)
 درمختار میں ہے:

لا یصام یوم الشک هو یوم الثلثین من
 شعبان وان لم یکن علة الا تطوعا ویکرة
 غیرہ۔ (ملخصاً)
 یوم الشک میں روزہ نہ رکھا جائے اور یہ شعبان کا تیسواں
 دن ہو سکتا ہے اگرچہ کوئی علت نہ ہو، ہاں نفلی روزہ
 رکھا جاسکتا ہے، اس کے علاوہ مکروہ ہے (ت)
 ہفتم اس ایجادی اختراعی حکم کی یہ تعلیل کیونکہ بالضرور دنیا میں اس روز چاند ہوا ہوگا اس بالضرور پر
 کیا دلیل، خود ہی اشتہار میں درمختار و شرح مجمع عینی سے اتنا نقل کیا کہ:

لجوانا تحقق الرؤية في بلدة اخرى (کیونکہ دوسرے شہر میں رویت کا ثبوت ہو سکتا ہے۔ ت)
 نہ کہ لوجوب وقوع الرؤية في مكان من الدنيا (دنیا کے کسی گوشے میں رویت کا وقوع واجب
 لازم ہے۔ ت)

ہشتم اگر ہر ۲۹ کو کہیں نہ کہیں رویت ہونی ضرور ہو تو عدم اعتبار اختلاف مطالع پر کہ
 ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی مذہب ہے اور اسی پر فتویٰ اور اسی پر اعتماد ہے ہمیشہ رمضان
 ۲۹ ہی دن کا ہونا لازم ہو کہ بالضرور دنیا میں چاند ہوا ہوگا اور اختلاف مطالع معتبر نہیں حالانکہ یہ اجماع
 امت و نصوص صریحہ کے خلاف ہے۔

نہم جب بالضرور کہیں نہ کہیں رویت ہونی معلوم تو ائمہ کا ارشاد کہ ثبوت شرعی مثل شہادت
 استفاضہ شرعیہ سے دوسری جگہ رویت ہونی ثابت ہو تو ہم پر لازم ہوگا ورنہ نہیں کما نص علیہ فی
 الدار المختار و سائر الاسفار (جیسا کہ درمختار اور دیگر کتب میں اس پر تصریح ہے۔ ت) محض لغو
 مہمل بلکہ غلط و باطل ہو کہ جب یقیناً دوسری جگہ وقوع رویت معلوم ہے تو یقین سے زیادہ اور کون سا ثبوت
 چاہتے، کیا ضروریات کے لیے بھی گواہی کی حاجت ہے افسوس کہ علماء نے طریق موجب شرعی سے

۱۵-۹۶/۲	آفتاب عالم پریس لاہور	باب کراہیتہ صوم یوم الشک	لہ سنن ابی داؤد
۱۴۷/۱	مطبع مجتہائی دہلی	کتاب الصوم	۲ درمختار
"	"	"	۳ "

مقتد کیا، اشتہاری فتویٰ دیکھتے تو معلوم ہوتا کہ خود ہی بالضرورت ثابت ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

دوہم اب یہ تعلیل عجیب ہوگی کہ خود مدعا کا ابطال محض کرے گی کجب بالضرورت رویت معلوم تو جو لوگ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کرتے ان کے نزدیک یہ یوم الشک کہ ہر سے آیا بلکہ یقین یوم الیقین ہے اور روزہ جائز ہونا کیا معنی، بلکہ فرض ہونا چاہئے کہ یقیناً رمضان ہے، بالجلہ ہر ۲۹ کو کہیں نہ کہیں رویت ضروری لازم مان لینا معاذ اللہ ائمہ کرام کو مخالف اجماع مسلمانین و مخالف نصوص قاطعہ و مجاہدین قرار دینا ہے جس پر راضی نہ ہوگا مگر بدین یا مجنون، یاں احتمال کئے، پھر اگر ہوا تو یوم الشک ہوا اور یوم الشک کا روزہ جائز نہیں پھر جواز کہ ہر سے آیا۔

یا زوہم رمضان و فطر میں اعتبار اختلاف مطالع کو قول محققین حنفیہ و محدثین مذہب و مجتہدین روایات فقہیہ قرار دینا محض غلط و تہمت ہے بلکہ اُس کا عدم اعتبار ہی ہمارے ائمہ کرام و مجتہدین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور اسی پر جمہور، اور یہی احوط و اقویٰ من حیث الدلیل، تو بوجہ کثیرہ اسی پر عمل واجب، اور اس سے عدول ہرگز جائز نہیں۔ تنویر الابصار و درمختار و بحر الرائق و فتاویٰ خلاصہ وغیرہ میں ہے :

اختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاہر
المذہب و علیہ اکثر المشائخ و علیہ
الفتویٰ
رد المحتار میں ہے :

هو المعتمد عندنا وعند المالکیۃ و ہمارے، مالکیہ اور حنابلہ کے ہاں یہی معتمد الحنابلہ۔

فتح القدر میں ہے : الاخذ بظاہر الروایۃ احوط (ظاہر الروایۃ پر عمل احوط ہے۔ ت) بحر الرائق میں ہے : الاحتیاط العمل باقوی الدلیلین (دونوں دلیلوں سے قوی پر عمل بہتر ہے۔ ت)

۱۴۹/۱	مطبوعہ مجتہدانی دہلی	کتاب الصوم	۱۴۹/۱
۱۰۵/۲	مصطفیٰ البابی مصر	"	۱۰۵/۲
۲۲۳/۲	نوریہ رضویہ سکھر	"	۲۲۳/۲
۵۴/۱	مصطفیٰ البابی مصر	خطبہ کتاب	۵۴/۱

عقود الدریہ میں ہے : العمل بما علیہ الاکثر (عمل اس پر کیا جائے جس پر اکثر ہوں - ت)
فتاویٰ خیرہ میں ہے :

مرحوبہ ان ماخرج عن ظاهر الرواية ليس
مذهبا لا في حنفية رضي الله تعالى عنه
ولا قولاً له
بحر میں ہے :

ماخرج عن ظاهر الرواية فهو مرجوع عنه
والمرجع عنه لم يبق قولاً له (ملخصاً)
جو ظاہر الروایت سے خارج ہو وہ قول مرجوع عنہ
ہوتا ہے اور مرجوع عنہ آپ (امام اعظم) کا
قول نہیں ہوتا - (ت)

شامی میں ہے :

ماخالف ظاهر الرواية ليس مذهباً
لا صاحبناً
جو قول ظاہر الروایت کے خلاف ہو وہ ہمارے اصحاب
کا مذہب نہیں ہوتا (ت)

اسی میں ہے : العمل بما علیہ الفتویٰ (جس پر فتویٰ ہو اس پر عمل کیا جائے - ت)
توان تمام عظیم قولوں کے خلاف روایات متفرقہ کا قول خلاف مذہب کہہ دینا کیا شبہ ڈال سکتا یا
کیا قابل التفات ہو سکتا ہے ، درمختار میں ہے :
الحکم والفتیاء بالقول المرجوح جہل وخرق
للاجماع
قول مرجوح پر فیصلہ اور فتویٰ محض جہالت اور اجماع
کی مخالفت ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے :

۳۵۶/۲	حاجی عبدالغفار و لیسران قندھار افغانستا	مسائل وفوائد شمس من المحظوظ والاباحہ	لہ عقود الدریۃ
۵۲/۱	دارالمعرفۃ بیروت	کتاب الطلاق	لہ فتاویٰ خیرہ
۲۴۰/۶	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	کتاب القضاء	لہ بحر الرائق
۲۴۸/۵	دار احیاء التراث العربی، بیروت	کتاب احیاء الموات	لہ رد المحتار
۷۸/۲	" "	باب صدقۃ الفطر	لہ " "
۱۵/۱	مجتبائی دہلی	مقدمہ کتاب	لہ درمختار

کقول محمد مع وجود قول ابی یوسف اذا
لم یصح اد یقو وجهه واولی من هذا
بالبطلان الا فتاء بخلاف ظاهر الروایة
اذ المر یصح والافتاء بالقول المرجوع
عنه اهـ۔

جیسا کہ امام محمد کا قول ایام ابو یوسف کے قول کی
موجودگی میں جبکہ اس کی تصحیح نہ کی گئی ہو یا اس کی
دلیل قوی نہ ہو اور اولیٰ بالبطلان ہے ظاہر الروایہ
کے مخالف پر فتویٰ دینا جبکہ اس کی تصحیح نہ کی گئی ہو
اور اسی طرح قول مرجوع عنہ پر فتویٰ دینا یہ ہے (ت)

دوازدهم اقول وبالله التوفیق ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جس پر عرض تحقیق
مستقر فرمائیں وہ ایسا نہیں ہوتا کہ اس کے ارکان کسی کے متزلزل کیے متزلزل ہو جائیں، روایت ہلال میں
اختلاف مطالع معتبر ماننے والے ذرا سمجھ کر بتائیں کہ اس اعتبار سے کیا مراد، اور وہ کتنی مسافت ہے جس میں
اختلاف مطالع معتبر ہوگا؛

اولاً اس کے قائلین اس بارے میں خود مختلف ہیں اور مختلف بھی اتنے کہ آٹھ گنے کافرق، جو اہر
لباب وغیرہ میں اسے ایک مہینہ کی راہ سے مقدر کیا، روزانہ بارہ کوس کی منزل معقاد کے لحاظ سے از انجا
کہ میل یہاں کے کوسوں کا ۱۹۶۲ میل مسافت یکر وزہ ہوتی اور مہینہ بھر کی راہ ۵۷۶ میل جس کے
۱۹۲ فرسخ ہوتے، جو اہر میں اس تحدید پر قصہ سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استدلال کیا:
غدوہا شہر ورواحیا شہر قال فاتہ
قد انتقل کل غدو ورواح من اقلیم الی
اقلیم و بین کل منہما مسیرۃ شہر۔
اس کی بنا کی منزل ایک مہینہ کی راہ اور شام کی منزل
ایک مہینہ کی راہ۔ فرمایا وہ ہر صبح و شام ایک اقلیم
سے دوسرے اقلیم کی طرف تشریف لے جاتے اور ان
کے درمیان ایک ماہ کی مسافت ہوتی۔ (ت)

یہ دلیل جیسی ہے رویش بیں حالت پیرس (اس کا چہرہ دیکھو اور اس کا حال پچھو۔ ت) و لہذا
ایفاظ الوسان میں اسے نقل کر کے کہا:

فی دلالة القصة علی ذلك نظر (اس مسئلہ پر واقعہ کی دلالت محل نظر ہے۔ ت)

۵۵/۱ مصطفیٰ البابی مصر لہ رد المحتار رد مقتضی مطلب لایکوز العمل بالضعیف حتی لنفسہ

۱۲/۳۴ القرآن

۲۵۰/۱ تنبیہ الغافل والوسنان عن رسائل ابن عابدین بحوالہ القسائی عن الجواہر سہیل اکیڈمی لاہور

رد المحتار میں فرمایا: لا يخفى ما في هذا الاستدلال (اس استدلال میں جو نظر ہے وہ مخفی نہیں۔ ت) تاج تبریزی نے کہا، بہتر میل سے کم میں اختلاف مطالع ممکن نہیں۔ علامہ ربلی شافعی نے شرح منہاج میں اسی کو اختیار کیا اور اسی پر اپنے والد کا فتویٰ بتایا۔ ایفاظ الوسنان میں اسی کو اولیٰ کہا، حیث قال فالاول ای ماذکور التاج من ان اختلاف المطالع لا يمكن في اقل من اربعة وعشرين فرسخا ولى لان الظاهر من قوله لا يمكن الخ انه قد مر بالقواعد الفلكية ولا مانع من اعتبارها ههنا كاعتبارها في اوقات الصلوة۔

الفاظ یہ ہیں کہ پہلا قول کہ تاج تبریزی نے جو ذکر کیا کہ اختلاف مطالع چوبیس فرسخ سے کم میں ممکن نہیں اولیٰ ہے کیونکہ یہ ان کے قول کا یہ ممکن الخ سے ظاہر یہ ہے کہ انہوں نے قواعد فلكیہ سے اندازہ لگایا ہے اور اس مقام پر ان کا اعتبار کرنے میں کوئی مانع نہیں جیسا کہ اوقات نماز میں ان کا اعتبار

ہے۔ (ت)

کہاں چوبیس کہاں ایک سو بانوے، پورے آٹھ گنے کا فرق ہے، اور ضرور ہونا تھا کہ ائمہ مجتہدین کا نوہم اس کے ساتھ نہیں،

ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافا كثيرا۔ اور اگر وہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے (ت)

ثانیاً سب حضرات نے مطلق فرمایا کوئی تخصیص سمت و جانب کی نہ رکھی حالانکہ معظم معمرہ خصوصاً بلاد ہندوستان اور ان کے امثال کثیرہ مثل خطہ مقدسہ عرب وغیرہ میں جہاں عرض میل کلی کے اندر ہے یا اس سے بہت متفاوت نہیں، یہ اختلاف معتبر ہو تو یونہی کہ غریب شہر کی رویت شرقی پر حجت نہ ہو کہ ممکن کہ شرقی میں وقت غروب شمس فصل نیرین کم تھا قمر کا شعاع شمس سے انفصال قابل رویت ہلا نہ ہوا تھا جب حرکت فلكیہ نیرین کو بلد غریب کی افق پر لے گئی اتنی دیر میں انفصال بقدر استہلال ہو گیا مگر غریب میں شرقی کی رویت مطلقاً نیچوں نامعتبر ہو خصوصاً جب کہ عرض متحد یا متقارب ہو کہ اضطجاع و انصباف افق یکساں ہو پرنظاہر کہ جب مشرق میں بعد قابل رویت ہو چکا تھا تو غریب میں تو اور زیادہ فصل و ظہور ہو جائے گا، اور جنوب

۱۰۵/۲	مصطفیٰ البابی مصر	مطلب فی اختلاف المطالع	رد المحتار
۲۵۰/۱	سہیل اکیڈمی لاہور	تنبیہ الغافل والوسنان من رسائل ابن عابدین	۸۲/۲

شمال میں ۲۴ فرسخ درکنار ۱۹۲ کا فصل بھی فاصلہ ہونا ضرور نہیں، فرض کیجئے آفتاب شمالی ہے اور قمر وقت استہلال عیدم المیل اور ایک شہر خط استوا سے ۸ درجہ شمال کو ہے کہ ایک مہینہ کی راہ سے کم فاصلہ ہوا اور دوسرا سترہ درجے کہ دو مہینے سے بھی زیادہ فصل ہوا اس لئے کہ غایت تدقیق کے بعد ثابت ہوا ہے کہ زمین کا ایک درجہ ۳۶۵۱۵۵ قدم ہے اور قدم $\frac{1}{6}$ گز اور میل ۶۰۷۰ گز، تو ایک درجہ ارضیہ ۶۹۶۱۲۹ میل ہوا، راہ ایک ماہہ ۵۷۶ کو اس پر تقسیم کئے سے ۳۰۲۰۳۰۶ ہوتے ہیں یعنی ۵۴۰۱۸۰۰ ح ل ح ی مند اور تینوں شہر ایک ہی نصف النہار کے نیچے ہیں۔ اب فرض کیجئے کہ صورت مذکورہ میں خط استوا میں رویت ہلال ہوتی تو شہر البعد درکنار شہر وسطانی میں بھی رویت ضرور نہیں، حالانکہ ایک ماہہ راہ سے کم فاصلہ ہے، اس لیے کہ خط استوا میں ادھر تو آفتاب جلد ڈوبے گا تو اندھیرا جلد ہو کر رویت کا معین ہوگا، ادھر اُفتاب منقصب ہے تو آفتاب بعد غروب جلد اُفتاب سے دُور ہو کر نور شفق کے عائق رویت ہوتا جلد کم ہو جائے گا، ادھر قمر کا ارتقاع زائد ہے تو دیر تک بالائے اُفتاب رہے گا اور یہ بھی مؤید رویت ہوگا بخلاف بلد شمالی کو وہاں سب امور بالکس ہیں، اور اسی صورت میں فرض کیجئے کہ شہر البعد میں رویت ہوتی تو شہر وسطانی درکنار خط استوا میں بھی بدرجہ اولیٰ رویت ہوگی کہ مؤیدات رویت وہاں بافراط ہیں حالانکہ دو ماہہ راہ سے زیادہ کا فاصلہ ہے، تو معلوم ہوا کہ جنوباً شمالاً کبھی ایک مہینے سے بھی کم کا فاصلہ اختلاف رویت لاتا ہے اور کبھی دو مہینے سے زیادہ کا بھی فاصلہ اختلاف نہیں لاتا۔ اب یہ تقریریں طرف کے جانے لگی کہ شہروں کا باہم بُعد معتبر نہ ہو حالانکہ اختلاف مطالع ماننے والوں کی عبارات اس میں نص ہیں، نہ تفاوت عرض معتبر ہو نہ تفاوت طول شرقی بلکہ صرف تفاوت طول غربی معتبر ہو، یعنی جس کا طول غربی اس شہر سے ایک ماہہ راہ یعنی ۸ درجے ۱۸ دقیقے ہو وہاں کی رویت

عہ اقول اور تدقیق اوق سے ۳۶۴۶۰۹ قدم اس لیے کہ زمین کا نصف قطر استوائی ۲۹۶۲۳۶۹۳ میل ہے
اور نیم قطر قطبی ۳۹۶۲۹۶۴۳ پس نیم قطر معدل ۳۹۵۶۶۵۲۳ پھر کمال تدقیق اوق سے قطر محیط ۱۵۹۲۹۵۱۴۱
لوغار شمش ۱۴۹۹۶۴۹۰۰ و لوغار ثم معدل ۳۱۵۹۴۵۹ مجموعہ ۴۶۹۴۲۶۵۸ پھر نسبت انصاف مثل نسبت
اضفاف ہے تو ۱۸۰ کے لوگار ثم ۲۵۵۲۴۲۵۲ کو اس سے تفریق کیا بلکہ ۴۵۴۴۴۴۴ جمع کیا حاصل
۳۳۹۱۹۳۳۱۶۸ عدد و ش ۵۴۶۰۶۹۹ یہ ایک درجہ محیطیہ کے میل ہوئے اور گز ۲۱۵۳۶۱ تو قدم
۳۶۴۶۰۹ بالرفع یوں بھی وہی مطلب ثابت ہے کمالاً یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں - ت) اب
حاصل قسمت ۱۵۸۱۲۱۳۸۶ ہوگا یعنی ۸ درجہ ۲۰ دقیقے ۲۸ ثانیے ۲۳ ثالثے ۱۲ منہ غفر اللہ
تعالیٰ لہ (م)

معتبر ہو مگر بنے گی یہ بھی نہیں کہ تفاوت عرض بھی قطعاً اختلاف رویت لاتا ہے جس کے بعض وجود کی طرف ابھی اشارہ ہو چکا تو اس کا نظر سے اسقاط ناممکن، تفاوت عرض سے یہاں تک تو ہو گا کہ ایک شہر میں ہلال مرنے ہو اور دوسرے شہر میں چاند اس وقت زیر زمین جا چکا ہو رویت وعدم رویت ہلال تو بالائے طاق رہے غرض یوں بھی ٹھیک نہیں آتی، اور حقیقت امر یہ ہے کہ تحدید کرنے والوں نے محض سرسری طور پر ایک حد کہہ دی تنقیح پر آئیے تو قیامت تک وہ خود اس کی حد بست نہ کر سکیں گے۔

ثالثاً اس سب سے قطع نظر کیجئے تو اب ہمارا وہ سوال متوجہ ہے کہ اس اعتبار اختلاف سے کیا مراد، آیا دوشہروں کا ایسا فصل کہ چاند جب ایک میں مرنے ہو تو دوسرے میں رویت ہمیشہ ناممکن ہو، یہ وہ اختلاف مطالع ہے جسے معتبر مانتے ہیں یا صرف ایسا فصل کہ ایک میں رویت ہونے کے ساتھ دوسرے میں رویت نہ ہونا ممکن ہو یہ معتبر ہے بالجلہ بنظر فاصلہ بلدین دوسرے شہر میں عدم امکان چاہئے یا امکان عدم، اول تو یقیناً باطل ہے دنیا میں کوئی فاصلہ ایسا نہیں کہ ایک جگہ ۲۹ کی رویت کو صرف نظر بفصل مسافت بے لحاظ خصوص حال ہلال حال دوسری جگہ محال کرنا ہو اختلاف معتبر مانتے والوں نے بڑی حد تک ماہر راہ بتائی، اور انھیں بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ ہزار بار یہاں بھی ۲۹ کا چاند ہوا اور یہاں سے مہینوں راہ کے فاصلے پر بھی ہوا بلکہ جب یہاں ۲۹ کا ہو تو اس عرض میں غرب کو جتنا بڑھے بدرجہ اولیٰ ۲۹ ہی کا ہو گا تو بالضرورة ثانی ہی مقصود، اور اب بالیقین راہ تحدید مسدود، مہینے بھرنے کی راہ تو بہت ہے، ۲۴ فرسخ کا فاصلہ جس پر تاج تبریزی نے ادا کیا کہ اس سے کم میں اختلاف ممکن نہیں، اور علامہ شامی نے براہ تحسین ظن فرمایا کہ ان کا یہ دعویٰ قواعد فلكیہ پر ہی مبنی ہو گا۔

اقول ہرگز قواعد فلكیہ اس عدم امکان کے ساتھ مساعد نہیں بلکہ صراحتاً اس کا رد کرتے ہیں، ایک درجہ زمین یقیناً ۲۴ فرسخ سے کم ہے کہ یہ ۶۹ میل ہے اور وہ بہتر، مگر ایک درجے بلکہ اس سے کم فصل غربی پر بھی اختلاف رویت ممکن، دربارہ ہلال کہ کب صالح رویت ہوتا ہے اگرچہ اختلاف اقوال بکثرت ہے، اس میں دس قول تو اس وقت میرے پیش نظر ہیں جن کی وجہ وہی ولوکان من عند غیواللہ (اگر وہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا۔ ت) ہے مگر متاخرین اہل بیت نے بعد تطاول تجارب جس پر استقرار رائے کیا وہ یہ ہے کہ نیرین میں بعد سواؤنٹس درجے سے زائد ہو اور بعد معدل ۱۰ سے کم نہ ہو۔ زیچ سلطانی میں ہے:

اگر بعد معدل میان وہ درجہ و دوازده درجہ بعد معدل اگر دس اور بارہ درجہ کے درمیان ہو اور
باشد و بعد سواؤنٹس از وہ بیش تر باشد ہلال بتواں دید بعد سواؤنٹس درجہ سے زائد ہو تو چاند ایک بار
باریک ہے دیکھا جاسکتا ہے (ت)

لے زیچ سلطانی

علامہ عبدالعلی برجنڈی شرح میں فرماتے ہیں:

تاہر دو شرط وجود دیگر و ہلال مرئی نہ شود و متعارف
درین زمان این ست بلکہ
جب تک یہ دونوں شرطیں نہ پائی جائیں چاند نظر
نہیں آسکتا اور اس زمانہ میں یہی متعارف ہے (ت)
اب فرض کیجئے کہ یہاں وقت غروب بعد سواط لفظ یعنی دس درجے سے ایک دقیقہ کم تھا تو ہلال قابل
رویت نہ تھا اور ایک درجہ حرکت وسطی ۴ دقیقہ میں ہے اور اس مدت میں سبق قمر تقریباً دو دقیقے بلکہ کبھی اس
سے بھی زائد ہے تو جب قمر اس شہر سے ایک درجہ بلکہ کم فاصلے کے مقام رویت پر آیا بعد دس درجے سے
زائد ہو گیا اور رویت ہو گئی، اسی طرح ارتفاع قمر وغیرہ اختلاف کے ذرائع سے بھی تقریر مدعا ممکن، تو ثابت
ہوا کہ ۲۴ بلکہ ۲۳ فرسخ سے کم بھی اختلاف ممکن ہے، اب کوئی راہ نہ رہی سوا اس کے کہ حد اصلاً نہ باندھتے
بلکہ یا تو ہمیشہ ہر جگہ ہر ماہ کے لیے خصوص حال ہلال حال و محال استہلال پر نظر کیجئے یا مطلقاً کہہ دیجئے کہ ایک
شہر کی رویت دوسرے کے لیے اصلاً معتبر نہیں اگرچہ ۲۴ فرسخ سے بھی کم فاصلہ ہو، ثانی تو بالاجماع مردود ہے
اختلاف معتبر ماننے والے بھی ایسے عموم و اطلاق کے ہرگز قائل نہیں، اور اول کی طرف راہ نہیں، مگر انھیں
حسابات دقیقہ طویلہ مرئی و عرض مرئی و انکسار افقی اختلاف منظر افقی و تعدیل الغروب و بعد معدل وغیرہ کے
ذرائع سے جن کے بعد بھی بہت اوقات سواطن و تخمین کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ یہ وہی محاسبات ہیں جن کو
شریعت مطہرہ در بارہ ہلال یک تحت ساقط و باطل فرما چکی، تو بحمد اللہ تعالیٰ نہ ہلال روشن بلکہ آفتاب پردہ
بر افگن کی طرح آشکارا ہوا کہ اختلاف مطالع معتبر ماننا ہی خلاف تحقیق تھا اور یہ کہ وہ مؤید بحديث نہیں بلکہ
وہی حدیث مجمع علیہ کے ارشاد واجب الانقیاد سے دور و سخن تھا اور یہ کہ نہ صرف رمضان و شوال بلکہ کسی مہینے
میں شرع مطہر اس کی طرف اصلاً دعوت نہیں فرماتی اور یہ کہ ہمارے ائمہ کا مذہب مہذب اس اعلیٰ درجہ
تدقیق انیق پر ہوتا ہے کہ مدعیان تحقیق تک اس کی ہوا بھی نہیں آتی ہکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالیٰ
ولی التوفیق (تحقیق یوں ہی ہونی چاہئے اور توفیق کا مالک اللہ ہے۔ ت) کیا انھیں معلوم نہ تھا اختلاف
مطالع ہوتا ہے ضرور معلوم تھا، مگر ساتھ ہی یہ بھی جانتے تھے کہ اس کا فتح باب اسی حساب ناقص النصاب
کی طرف کھینچ کر لے جائے گا، جسے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رد فرما چکے ہیں، لاجرم صاف فرما دیا کہ
اختلاف مطالع اصلاً معتبر نہیں ان اللہ امداد لرویتہ حق تعالیٰ نے مدار رویت پر رکھا ہے، اگر رویت
ثبوت شرعی سے ثابت ہے اگرچہ کتنا ہی فاصلہ ہو، اور نہیں تو نہیں اگرچہ کتنا ہی قریب ہو، اور یہیں سے ظاہر

لہ شرح زیج سلطانی لعبدالعلی البرجنڈی

۲ صیح مسلم کتاب الصیام

قدیمی کتب خانہ کراچی

۳۴۹/۱

ہوا کہ دربارہٴ صلوات اختلافِ مطالع پر اس کا قیاس محض مع الفارق ہے حسابِ طلوع وغروب و صبح و شفق و مثل اول و ثانی و اضحاک جلیلہ و منضبطات کلیہ ہیں بخلاف حساباتِ رویتِ ہلال کہ قدمائے اہلِ ملت نے اپنے ہوتے کا روگ نہ پا کر سرے سے اُس کی طرف التفات ہی نہ کیا اور متاخرین نے ہزار اضطراب و اختلاف کے بعد آخر علامہ برجندی کی طرح لکھ دیا کہ بالجلہ ضبط آں بر سبیل تحقیق متعسرست بلکہ متعذر (رویتِ ہلال کا تحقیقی ضابطہ انتہائی مشکل اور متعذر ہے۔ ت) اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ ایک ماہرہ راہ پر اختلافِ مطالع کو بحسب قواعدِ مہربنہ علمِ ملت ماننا جیسا کہ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی سے اپنے فتاویٰ جلد اول طبع اول ص ۳۰۹ پر واقع ہوا، محض قلتِ تدبر سے ناشی تھا، نیز ہماری تقریر سے ظاہر ہوا کہ اختلافِ مطالع کے یہ معنی قرار دینا کہ ایک شہر میں رویت ہو سکتی ہے دوسرے میں نہیں جیسا کہ انہیں سے اُسی صفحہ پر واقع ہوا، محض باطل ہے یہاں ہرگز امکان و امتناع کا اختلاف نہیں بلکہ وقوع و امکان عدم کا، کما اوضحنا سابقاً (جیسا کہ سابقہ گفتگو میں ہم نے اسے واضح کر دیا ہے۔ ت) خود مولوی صاحب مذکور نے اُسی فتوے کے آخر میں صفحہ ۳۱۰ پر حق کی طرف رجوع کر کے اختلافِ مطالع کے معنی یوں لکھے: ”یہ ممکن ہے کہ ایک جگہ ہلال دیکھا جائے اور دوسری جگہ نہیں“ یہ عبارت پھر بھی محتمل ہے، جلد دوم ص ۴۲ پر صاف تر لکھا: ”اگر دو شہروں میں اس قدر بُعد مسافت ہے کہ اختلافِ مطالع ہوتا ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ ایک جگہ طلوعِ ہلال ہو اور دوسری جگہ اس روز نہ ہو“ اور ایک امامِ زلیعی کے ”اشبہ لکھ دیے پر کوئی صاحبِ مذکور کا فرمانا کہ یہی مذہبِ محدثینِ حنفیہ کا ہے“ محض دعویٰ ہے، زلیعی صاحبِ مذہب نہیں نہ محدثینِ حنفیہ ان میں منحصر، البر حنیفہ والیوسف و محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے برابر کون سے محدثین ہوں گے جن کا مذہب عدم اعتبار اختلافِ مطالع ہے، اور محدثی اگر محدثینِ متاخرین ہی سے خاص ہے تو بالغِ مرتبہ اجتہاد امام ابنِ الہمام کیا کم محدث ہیں جو فرما چکے کہ ظاہر الروایۃ ہی پر عمل احوط ہے۔ دہی حدیثِ کریب کہ انھوں نے ملکِ شام میں رمضان مبارک کا چاند شبِ جمعہ کو دیکھا پھر مدینہ طیبہ میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آکر بیان کیا انھوں نے فرمایا ہم نے شبِ شنبہ میں دیکھا تو ہم اپنے ہی حساب سے ۳۰ پورے کریں گے، کریب نے کہا کیا آپ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی رویت و حکم پر اکتفا نہ کریں گے فرمایا: لا، ہکذا امرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (نہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہیں ہی حکم دیا ہے۔ ت) جس سے امامِ زلیعی نے استناد کیا اور اس کی بنا پر مولوی صاحب مذکور نے اسے موافق حدیث بتایا۔ اقول حدیث مذکور واقعہ عین کا عموم لہذا (یہ ایک خاص

واقعہ ہے اس کا حکم عمومی نہیں۔ (ت) بحال صفائے مطلع بکثرت ائمہ ایک کی گواہی نہیں مانتے مگر کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اسی بنا پر نہ مافی ہو، اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حکم تو بے نصاب شہادت ثابت ہو ہی نہ سکتا تھا، تنویر میں ہے :

شہدوا انہ شہد عند قاضی مصر کذا الخ گواہوں نے کہا کہ انھوں نے قاضی شہر کے پاس اس طرح گواہی دی ہے الخ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قوله شہدوا من اطلاق الجمع علی ما فوق قوله شہدوا في بعض النسخ شہدا بضمير الواحد وفي بعض النسخ شہدا بضمير التثنية وهو اولی۔

درمختار میں ہے :

يلزم اهل المشرق برؤية اهل المغرب اذا ثبت عندهم رؤية اولئك بطريق موجب كما مر۔

www.alahazratnetwork.org

ردالمحتار میں ہے :

كان يتحمل اثنان الشهادة او يشهدا علی حکم القاضی او يستفیض الخبریہ

لہذا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے لا فرمایا، بنکاء اولیں یہ جواب فقیر کے خیال میں آیا تھا، پھر دیکھا کہ امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اور جواب دیا اور اس کے بعض کی طرف بھی اشارہ کیا، فرماتے ہیں :

قد يقال ان الاشارة في قوله یوں کہا جاسکتا ہے کہ حضرت ابن عباس کے ارشاد

۱۴۹/۱	مطبع مجتہباتی دہلی	کتاب الصوم	۱۰ درمختار
۱۰۲/۲	مصطفیٰ البابی مصر	"	۱۱ ردالمحتار
۱۴۹/۱	مطبع مجتہباتی دہلی	کتاب الصوم	۱۲ درمختار
۱۰۵/۲	مصطفیٰ البابی مصر	مطلب فی اختلاف المطالع	۱۳ ردالمحتار

هكذا الى نحو ما جرى بينه وبين ام الفضل
وحينئذ لا دليل فيه لان مثل ما وقع
من كلامه لو وقع لنا لم نحكم به لانه لم
يشهد على شهادة غيره ولا على حكم الحاكم ، فان
قيل اخبار عن صوم معاوية يتضمنه لانه الامام
يجاب بانه لم يات بلفظ الشهادة ولو
سلم فهو واحد لا يثبت بشهادته وجوب
القضاء على القاضي والله سبحانه وتعالى
اعلم والاخذ بظاهر الرواية احوط اه
اقول لكن في الحديث قال انت سرايته
قلت نعم والاخبار في رمضان كاف
فما ذكر الفقهاء والى -

هكذا میں اس بات کی طرف اشارہ ہے جو ان کے
اور حضرت ام الفضل کے درمیان جاری ہوئی تو اب
یہ دلیل نہیں کیونکہ ان کے کلام کی طرح اگر ہمارے
سامنے معاملہ آجائے تو ہم اس پر فیصلہ نہیں
کریں گے کیونکہ ایسا بیان کرنے والے نے نہ تو کسی
کی شہادت پر گواہی دی ہے اور نہ کسی حاکم کے
فیصلہ پر ، اگر کوئی یہ سوال اٹھائے کہ حضرت معاویہ
کے روزہ کی اطلاع اس گواہی کو متضمن ہے کیونکہ
وہ امیر تھے ، اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ یہاں
لفظ شہادت کا ذکر نہیں ، اور اگر اس بات کو
تسلیم کر بھی لیا جائے تو وہ تنہا ہیں تو ان کی شہادت سے
قاضی پر قضا کا فیصلہ لازم نہ ہوگا اللہ تعالیٰ بزرگ
برتر بہتر جانتا ہے اور ظاہر الروایہ پر عمل احوط ہے اھ
میں نے کہا ہاں ، اور رمضان کے لیے یہ اطلاع ہی کافی ہے تو بندہ غیرے جو ذکر کیا وہ اولیٰ ہے (ت)
معہذا مولوی صاحب مذکور کو حدیث سے استناد اس وقت پہنچا کہ دمشق و مدینہ طیبہ میں
ایک ماہرہ راہ کا فصل ثابت کیا جاتا ورنہ حدیث خود ان کے بھی مخالف ہوگی کہا لا یخفی (جیسا کہ
مخفی نہیں ہے - ت) یہاں ایک امر یہ بھی قابلِ تنبیہ ہے کہ مولوی صاحب مذکور نے اپنے فتاویٰ
میں تین جگہ عبارت تانا رخانیہ :

اهل بلدة اذا راوا الهلال هل يلزمه
ذلك في حق كل بلدة اخرى
اختلف المشائخ فيه ، فبعضهم
قالوا يلزم ذلك فانما المعتبر في حق
اهل بلدة رؤيتهم وفي الخانية لاعبة
لاختلاف المطالع في ظاهروا رواية وفي القدوري

جب ایک شہر والوں نے چاند دیکھا تو کیا ہر
شہر والوں پر روزہ لازم ہوگا ؟ اس میں مشائخ کا
اختلاف ہے ، بعض نے کہا ہے اس سے روزہ
لازم نہیں ، ہر شہر والوں کے حق میں ان کی اپنی رویت
ہی معتبر ہے - خانیہ میں ہے ظاہر الروایت کے
مطابق اختلافِ مطالع کا اعتبار نہیں ، اور قدوری

اذا كان بين البلدتين تفاوت لا يختلف
المطالع يلزمه وذكر شمس الاثمة
الحلواني انه الصحيح من مذهب اصحابنا۔
میں ہے جب دونوں شہروں کے درمیان اتنا
تفاوت ہو جس سے مطالع میں اختلاف نہ ہو تو لازماً
ہوگا، شمس الاثمة حلوانی نے ذکر کیا ہے کہ ہمارے

مذہب میں صحیح یہی ہے۔ (ت)

نقل کی اور ظاہر خیال کیا کہ تصحیح امام شمس الاثمة اعتبار اختلاف کی طرف ناظر ہے حالانکہ وہ مذہب اصحابنا
فرما رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ مذہب اصحابنا نہیں مگر ظاہر الروایۃ کما قد منا نقولہ فیما سبق
(جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کر دیا ہے۔ ت) اور ظاہر الروایۃ نہیں مگر عدم اعتبار اختلاف جیسا کہ خود مولوی صاحب
کو اعتراف، ج ۲ ص ۱۶۲ پر لکھا:

نزد اکثر مشائخ حنفیہ موافق ظاہر الروایۃ اختلاف
مطالع را مطلقاً اعتبار نیست۔
ظاہر الروایۃ کے موافق اکثر مشائخ حنفیہ کے نزدیک
اختلاف مطالع کا مطلقاً اعتبار نہیں (ت)

ج ۲ ص ۱۴۷ پر لکھا: جب کسی شہر میں ثابت ہو جائے کہ فلاں شہر میں چاند ہوا تو ان چو موافق اس کے
حکم دیا جائے گا گو دونوں شہروں میں بعد مسافت ہو اور یہی ظاہر الروایۃ ہے۔

لاجرم پھر غنیہ ذوی الاحکام میں فرمایا:

قال الامام الحلواني الصحيح من مذهب
اصحابنا ان الخبر اذا استفاض في بلدة
اخرى وتحقق يلزمهم حكم تلك البلدة۔
امام حلوانی نے فرمایا ہمارے اصحاب کا صحیح مذہب
یہی ہے کہ جب خبر دوسرے شہر میں مشہور و متحقق
ہو جائے تو پھر دوسرے شہر والوں پر پہلے اہل شہر کا
حکم لازم ہوگا۔ (ت)

مسلك متقسط شرح نسك متوسط میں فرمایا:

ان ثبت في مصر لزوم سائر الناس في
ظاہر الروایۃ وعليه اكثر المشائخ
جب شہر میں ثبوت ہو جائے تو ظاہر الروایۃ کے
مطابق باقی لوگوں پر لازم ہوگا، اکثر مشائخ کی یہی

مجموعہ فتاویٰ عبدالحی	کتاب الصوم	مطبع یوسفی کھنؤ ۱/ ۲۶۵، ۲۷۳، ۲۷۵
فتاویٰ تاتارخانیہ	کتاب الصوم	ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۳۵۵
مجموعہ فتاویٰ محمد عبدالحی	"	مطبع یوسفی کھنؤ ۱/ ۲۷۴
"	"	"
"	"	"
کے غنیہ ذوی الاحکام حاشیہ در الاحکام	"	احمد کامل الکاٹنہ فی دار السعادت بیروت ۱/ ۲۰۱

وبہ کان یفتی الفقیہ ابو الیث وشمس
الائمۃ الحلوانی وھو مختار صاحب التجرید
والکافی وغیرھم من المشائخ لہ

رائے ہے، فقیہ ابو الیث اور شمس الائمۃ حلوانی
نے بھی اسی پر فتویٰ دیا ہے، صاحب تجرید و
کافی اور دیگر مشائخ کے ہاں یہی مختار ہے (ت)

خلاصہ وعالمگیر یہ وغیرہا معتدات میں فرمایا :
علیہ فتویٰ الفقیہ ابی الیث وبہ کان یفتی
شمس الائمۃ الحلوانی قال لور ائی اھل
مغرب ھلال رمضان یجب الصوم علی
اہل المشرق لہ

فقہ ابو الیث کا اسی پر فتویٰ ہے، شمس الائمۃ اسی
پر فتویٰ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر اہل مغرب رمضان
کا چاند دیکھ لیں تو اہل مشرق پر رمضان کا روزہ لازم
ہو جائے گا (ت)

دیکھو کیسی صریح تصریحات ہیں کہ امام شمس الائمۃ کا فتویٰ اسی پر ہے کہ اختلاف مطالع اصلاً معتبر نہیں، بالجلد
بعد اس جاننے کے کہ اختلاف مطالع کا نام معتبر ہونا ہی ظاہر الروایۃ ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور وہی معتد جمہور
و قول کثیر ہے، اس سے عدول کی کوئی راہ نہیں مگر الحمد للہ مولوی لکھنوی صاحب نے اپنے فتاویٰ کی جلد سوم
میں حق کی طرف صاف رجوع کی، صفحہ ۷۲ پر لکھتے ہیں :

سوال : رویت یکا مفید حکم بجائے دیگرے شود
یا آنکہ اختلاف مطالع معتبر است۔

سوال : آیا ایک جگہ رویت کا حکم دوسری جگہ پر لاگو ہوتا
ہے یا اختلاف مطالع معتبر ہے ؟

جواب : اختلاف مطالع معتبر نیست و حکم یکجا
مفید حکم بجائے دیگرے شود اگر خبر رویت مشہر شود
و انتشار پذیرد و در مختارے آرد و اختلاف
المطالع غیر معتبر علی ظاہر المذہب
و علیہ اکثر المشائخ و علیہ الفتویٰ بحر
عن الخلاصۃ انتہی در جامع رموزے آرد الصحیح
من مذہب اصحابنا انہ یلزم

جواب : اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہے اور
ایک جگہ کا حکم دوسری جگہ کے لیے معتبر و مفید ہوتا
ہے جبکہ خبر مشہور ہو کر اطراف میں پھیل جائے، ظاہر
مذہب میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں، اکثر
مشائخ کا یہی قول ہے اور فتویٰ بھی اسی پر ہے
کہ انی البحر عن الخلاصۃ انتہی، اور جامع الرموز
میں یہ مذکور ہے ہمارے ائمہ کا صحیح مذہب یہی ہے

لہ مسلک متقسط شرح منک متوسط فصل فی اشتباہ یرم عرفان دار الکتاب العربیہ ص ۱۴۳
لہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الصوم نورانی کتب خانہ پشاور ۹۹-۱۹۸

یہ وہی صحیحہ من مذہب اصحابنا ہے کہ پہلے قول خلاف کی طرف منسوب سمجھا گیا تھا اور ایک اور سوال کے جواب میں بھی مطلقاً مقام بعید کی شہادت مقبول مانی، ص ۴۲ و ۴۳،

سوال: گواہان بروز بست و نهم از رمضان گواہی دادند کہ ما ہلال رمضان یک روز قبل دیدہ ایم کہ ہاں حساب امروز سیم رمضان ست پس شہادت ایشان مقبول خواہد شد یا نہ ؟

سوال: گواہوں نے ۲۹ رمضان کو یہ گواہی دی کہ ہم نے رمضان کا چاند ایک روز پہلے دیکھا تھا اس حساب سے آج ۳۰ رمضان بنتا ہے تو ان گواہوں کی گواہی مقبول ہوگی یا نہ ؟

جواب : اگر گواہاں ہمارا نبی ہوں تو ان کے پاس سے یہ سب باتیں سنا کر آئیں۔ اگر وہ یہ سب باتیں ان کے پاس سے نہ لے سکیں تو ان کے پاس سے یہ باتیں نہ لیں۔

اے ہوں تو ان کی شہادت قبول کی جائیگی کذا فی الخلاصہ (ت)
 یہ تیسری جلد مولوی صاحب نے آپ ہی سوالات قائم کر کے لکھی ہے اور اس میں بہت جگہ پہلی جلد
 کے اغلاط کی اصلاح کر دی ہے اُن کے فتاویٰ دیکھنے والے کو اس کا لحاظ ضرور ہے، مدت سے خیال تھا
 کہ مسئلہ اختلاف مطالع میں ایک بیان شافی لکھا جائے کہ ابراہیم اختلاف اُٹھ کر مطلع صاف نظر آئے، الحمد للہ
 کہ آج اس کا وقت آیا واللہ الحمد فی الاولیٰ والاخریٰ و صلی اللہ تعالیٰ علی بدر تجلی من البطحاء
 و علی آلہ وصحبہ فجوم الہدی۔

سیرِ ذمّہ نیم صاع کہ گیہوں سے روزے کا فدیہ اور فطر کا صدقہ ہے ایک سو پینتیس قولہ ہے انگریزی سیر سے کہ اسی روپے بھر ہے اور روپیہ سوا گیارہ ماشے کا ہے آدھ پاؤنڈ دو سیر نہ ہو بلکہ تین چھٹانک اور بیسواں حصہ چھٹانک کا کم دو سیر، جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ جلد چہارم "صدقہ فطر کے بیان" میں

۴۰-۴۱/۳	مطبع یوسفی کھنوی	۱۔ مجموعہ فتاویٰ محمد عبدالحی لکھنوی باب رویت ہلال
۴۱/۳	"	۲۔ " " " "
		۳۔ فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد ۱ صفحہ ۲۳۹ -

مشرعاً بیان کیا ہے اور یہ فتویٰ تحفہ حنفیہ عظیم آباد میں چھپ بھی گیا ہے اور بریلی کے سیر سے کہ پورے سو روپے بھر کا ہے ایک سیر سات چھٹانک دو ماشے ساڑھے چھ رتی اور رامپور کے سیر سے کہ چھپانے کا ہے پورا ڈیڑھ سیر، فاحفظ ولا تزل۔

چہار دہم جس نے بعد شرعی روزہ نہ رکھا اسے دقت نہ ہو تو حرمت ماہ مبارک کے لحاظ سے حتیٰ الوسع چھپا کر کھانا پینا چاہئے مگر کسی روزہ دار کے سامنے کچھ نہ کھانے کا مطلقاً وجوب محتاج دلیل ہے۔ پانزدہم کا غذا کنکر یا خاک وغیرہ یا اشیا کو کہ نہ دواہیں نہ غذا، نہ مرغوب طبع، اگر تل بھر نہیں پیٹ بھر کھالے گا صرف قضا ہوگی کفارہ نہ آئے گا۔ یونہی روزہ توڑنا عمدہ حنفیہ وغیرہ یا اشیا سے مذکورہ مابعد کو بھی شامل، مگر اس میں کفارہ نہیں۔ نیز کفارہ صرف ادا روزہ رمضان کے توڑنے میں ہے جبکہ یہ نہ صاحبِ عذر تھا نہ اُس دن میں کوئی آسمانی عذر مثل حیض یا مرض پیدا ہو چکا، نہ ہی توڑنا کسی کے جبر و اکراہ سے ہو اور رونے کی نیت رات سے کی ہو، درمختار میں ہے :

ثم انما يكفر ان فوى ليلا ولم يكن مكرها
ولم يطرأ مسقط كمرض وحيض له
پھر کفارہ تب ہو گا جب رات کو نیت کی ہو اور مجبور
بھی نہ ہو اور کفارہ پھوڑنے کا کوئی عارضہ مثل مرض
وحیض وغیرہ کے لاحق نہ ہوا ہو (ت)

ردالمحتار میں ہے : www.alahazratnetwork.org

قوله مسقط ای سماوی لا صنع له فيه ولا
في سببه برحمته
قوله مسقط یعنی وہ عارضہ سماوی جس میں بند
کا کوئی دخل نہ ہو اور نہ اس کے سبب میں دخل ہو،
رحمتی۔ (ت)

تو یہ اشتہاری مطلق احکام سب غلط ہیں۔

شانزدہم کفارے میں شرعاً ترتیب ہے سب میں پہلے ایک غلام آزاد کرنا ہے، اس کی طاقت نہ ہو تو دو مہینے کے لگاتار روزے، یہ بھی نہ ہو سکے تو اخیر درجہ ساٹھ مسکین کما نصاب اللہ تعالیٰ علیہ فی آية الظهار (جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آیت ظہار میں تصریح فرمادی ہے۔ ت) غلام آزاد کرنا تو شاید اشتہار میں اس لیے مذکور نہ ہوا کہ یہاں غلام کہاں، مگر روزوں اور ساٹھ مسکینوں میں ترتیب نہ رکھنا صحیح نہیں،

۱۵۱/۱	مطبوع مجتباتی دہلی	باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده	لہ درمختار
۱۲۰/۱	مصطفیٰ البابی مصر	مطلب فی الکفارة	لہ ردالمختار

یہ اگر جہل نہ ہو تو سخت تر ہے کہ تجہیل و تضلیل ہے۔

ہر فہم حلقے سے روزہ نہیں ٹوٹتا جب تک اس سے انزال نہ ہو۔ درمختار میں ہے: استمندی بہ
ولہ یمنزل (مشت زنی کی، انزال نہ ہوا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ ت) تو یہ اطلاق بھی غلط ہے۔
یہی مجدد ہم قصداً قے کرنے سے بھی روزہ نہیں جاتا مگر جب کہ روزہ یاد ہونے کی حالت میں منہ بھر کر ہو۔
ردالمحتار میں ہے:

لا فطر فی کل علی الاصح الا فی الاعیادۃ اصح قول کے مطابق ان تمام میں افطار نہ ہوگا البتہ اعادہ
والاستقاء بشرط الملاء مع التذکیر کی صورت میں نیز جب قے کو لوٹائے یا خود قے کرے
شرح الملتقی لہ بشرطیکہ منہ بھر کر ہو اور روزہ ہونا یاد ہو، شرح الملتقی
نور و ہم مفطرات غیر مکفرات مثل حقنہ وغیرہ کا مطلقاً دوبارہ کرنا موجب کفارہ نہیں جب تک بقصد
معصیت نہ ہو۔ درمختار میں ہے:

کل ما انتفی فیہ الکفارۃ محلہ ما اذالم یقع جس صورت میں کفارہ لازم نہ ہو اس کا محل یہ ہے کہ
ذلک منہ مرتۃ بعد اخری لاجل قصد المعصیۃ جب اس شخص سے وہ فعل بتکرار گناہ کے قصد سے
فان فعلہ وجبت نرجا الہی صادر نہ ہو، پس اگر اس فعل کو مکرر کرے گا تو زجر
کفارہ واجب ہوگا۔ (ت)

اور اس عبارت سے اگرچہ علامہ طحاوی نے یہ استظهار کیا کہ دو ہی بار کرنے میں کفارہ واجب کر دیں گے اور علامہ
شامی نے اسے نقل کر کے مقرر رکھا مگر اس معنی پر جزم انھیں بھی نہیں، اتنا ہی فرمایا ہے:
ظاہر انہ بالمرۃ الثانیۃ تجب علیہ الکفارۃ ظاہر یہ ہے کہ اگر دوسری دفعہ کیا تو کفارہ لازم اگرچہ
ولو حصل فاصل بایامیہ درمیان میں متعدد ایام کا فاصلہ ہو (ت)
اور فقیر کے نزدیک یہ ہنوز محتاج مراجعت ہے، اگر یہ مراد ہوتی تو مرۃ اخری (دوبارہ کرنا۔ ت) کہنا
کافی تھا مرۃ بعد اخری (بار بار کرنا۔ ت) ظاہراً بار بار تکرار کی طرف ناظر ہے فلیراجع و

۱۵۰/۱	مجتبائی دہلی	باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد	۱۵ درمختار
۱۲۰/۲	مصطفیٰ البابی مصر	مطلب فی الکفارۃ	۱۵ ردالمحتار
۱۵۱/۱	مجتبائی دہلی	باب ما یفسد الصوم الخ	۱۵ درمختار
۱۱۵/۲	مصطفیٰ البابی مصر		۱۵ ردالمحتار

لیجوس (غور طلب ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم
 بستم حاملہ کو بھی مثل مرضہ روزہ نہ رکھنے کی اجازت اسی صورت میں ہے کہ اپنے یا بچے کے
 ضرر کا اندیشہ غلبہ ظن کے ساتھ ہو نہ کہ مطلقاً جیسا کہ اشتہار نے زعم کیا۔

بسنست ویم جب رکعات تراویح میں اختلاف پڑے کہ بیس پڑھیں یا اٹھارہ، تو اس میں نہایت
 کثرت سے مختلف صورتیں ہیں، اُن کی تمام تر تفصیل اور اُن کے اصول کی تائید اور اُن کے احکام تحقیق و
 تحصیل فقیر نے تعلیقات رد المحتار میں ذکر کی یہاں اجمالاً اتنا گزارش کہ نہ مطلقاً اختلاف امام و قوم کی حالت
 میں مقتدیوں کو دو رکعت پڑھنے کا حکم، نہ مطلقاً تنہا پڑھنے کا حکم، نہ یہ حکم مطلقاً امام کو کسی عدد پر یقین ہونے
 کے ساتھ خاص، مثلاً مقتدیوں کو یقین ہے کہ بیس ہو گئی اور امام کو شک تھا یا اٹھارہ کا یقین ہی ہے تو
 مقتدی اصلاً دو رکعت نہ پڑھیں گے، نہ جماعت سے نہ تنہا، کہ جب اُنھیں تراویح کامل ہو جانے کا یقین
 ہے تو اب اُنھیں امام کے شک یا یقین سے زیادہ کا کینو کر حکم ہو سکتا ہے، اپنے جزم پر غیر کا جزم بھی
 حاکم نہیں ہو سکتا نہ کہ شک، رد المحتار میں ہے :

لو یقین الامام بالنقص لزمهم الاعادة
 الامن یقین منهم بالتمام
 اگر امام کو کم کا یقین ہو تو ان پر اعادہ لازم ہے مگر
 ان میں سے جسے تکمیل کا یقین ہو (ت)

فتح القدر میں ہے www.alahazratnetwork.org

لان یقینہ لا یبطل بیقین غیرہ
 کیونکہ اس کا یقین کسی دوسرے کے یقین سے
 باطل نہیں ہو سکتا۔ (ت)

اور اگر مقتدیوں کو ۸ کا یقین ہے اور امام کو بیس کا شک ہو تو خود امام بھی دو اور پڑھے گا اور یقین مقتدیوں
 کی اقتدار کرے گا اور جماعت سے پڑھی جائیں گی۔ رد مختار میں ہے :

لو اختلف الامام والقوم فلو الامام علی یقین
 لم یعد والاعاد بقولہم
 اگر امام اور مقتدیوں کے درمیان اختلاف ہو گیا اگر
 امام کو یقین ہو تو اعادہ نہ کرے اور اگر یقین نہ ہو
 تو مقتدیوں کا قول معتبر ہونے کی وجہ اعادہ ہوگا۔ (ت)

۵۰۷/۱	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب سجود السہو	۱۰ رد المحتار
۴۵۷/۱	نوریہ رضویہ سکھر	"	۱۱ فتح القدر
۱۰۳/۱	مجتبائی دہلی	"	۱۲ رد مختار

فتح القدير میں ہے:

فان اعاد الامام الصلوة واعادوا معه مقتدين
به صح اقتدائهم
اگر امام نے اعادہ نماز کیا اور لوگوں نے اس کی اقتدا میں
اعادہ کیا تو ان کی اقتداء درست ہوگی (ت)

بست و دوم حافظ کہ ایک بار ختم کر چکا اب دوسری تاریخوں میں دوسری جگہ سننا چاہتا ہے
جہاں ابھی لوگوں نے قرآن عظیم نہیں سنا ہے تو مذہب صحیح و معتد پر اس کے عدم جواز کی اصلاً کوئی وجہ نہیں
نہ اس قرآن سننے کا ثواب نہ ہونے کے کوئی معنی، ظاہر ہے کہ ان راتوں میں وہ بھی تراویح ہی پڑھے گا
نہ کہ نفل محض، تو ضرور تراویح کا امام ہو سکتا ہے اور جب امام تراویح ہو سکے گا تو دوبارہ قرآن عظیم پڑھنے
سے کیونکر ممنوع ہو سکتا ہے، اور جب اس سے ممنوع نہیں تو بلاشبہ جو کچھ قرآن عظیم اُس میں پڑھے گا وہ
تراویح صحیحہ مسنونہ ہی میں ہوگا، پھر ثواب نہ ملنا چہ معنی، اور اس کی یہ تعلیل کہ وہ اب نفل سناتا ہے
اور مقتدی واجب سننا چاہتے ہیں اس بھی زیادہ فاسد و علیل۔ تراویح میں پہلا ختم بھی واجب نہیں صرف
سنت ہی ہے اور دوبارہ ختم کرنا اگرچہ حافظ پر سنت مگر نہ تھا مگر یہ قبل ایقاع ہے بعد وقوع سنت
درکنا رہتا پڑھے گا فرض ادا ہوگا کہ نماز میں فرض ابتدائی اگرچہ ایک ہی آیت ہے مگر سارا قرآن عظیم اگر
ایک رکعت میں پڑھے سب فرض ہی واقع ہوتا ہے لانه فرد فاقروا ما تيسرو من القرآن (کیونکہ
یہ بھی (ارشاد باری تعالیٰ) ”جو قرآن میں سے آسان ہے پڑھو“ کا فرد ہے۔ ت) ولہذا اگر
سُورۃ مجبول کر رکوع میں چلا جائے پھر رکوع میں یا د آئے تو حکم ہے کہ رکوع کو چھوڑے اور کھڑا ہو کر
سُورۃ پڑھے اور پھر رکوع کرے حالانکہ ضم سُورۃ صرف واجب تھا اور واجب کے لیے رفض فرض جائز نہیں جیسے
قعدۃ اولیٰ مجبول کر جو سیدھا کھڑا ہو جائے اب اُسے عود حلال نہیں کہ قعدہ واجب تھا اور قیام فرض ہے
مگر سُورۃ جو پڑھے گا یہ بھی فرض واقع ہوگی تو فرض کے لیے رفض فرض ہوا، ولہذا اگر کھڑا ہو کر سُورۃ پڑھے اور
اس خیال سے کہ رکوع تو پہلے کر چکا ہوں دوبارہ رکوع نہ کرے نماز باطل ہو جائیگی کہ فرض کے لیے جو فرض چھوڑا گیا
وہ جاتا رہا تھا اس پر فرض تھا کہ رکوع دوبارہ کرتا۔ رد المحتار میں ہے:

في المبتغى لو سها عن السورة فركع
يرفض الركوع ويعود الى القيام ويقرا اه
في البحر انه اذا عاد وقرأ السورة
المبتغى میں ہے اگر سُورۃ پڑھنا مجبول گیا رکوع کر لیا
تو رکوع چھوڑ کر قیام کی طرف لوٹ آئے اور قرأت کر لے
بحر میں ہے جب لوٹ کر سُورۃ پڑھی تو سُورۃ بطور

صارت فرضاً فقد عاد من فرض الی فرض لان
کل فرض طوله یقع فرضاً اھ ملتقطاً
فرض ادا ہوگی تو یہ ایک فرض سے دوسرے فرض کی
طرف لوٹنا ہوا کیونکہ ہر فرض کی طوالت بھی فرض میں
شامل ہوئی ہے اھ ملتقطاً (ت)

ایک بار ختم کر کے دوسری راتوں میں دوسرا ختم نئے لوگوں کو سنانا تو نہایت صاف امر ہے اگر بالفرض کوئی شخص آج
اپنی تراویح پڑھ کر آج ہی رات اور لوگوں کی امامت تراویح میں کرے اور قرآن عظیم سنائے تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس
قرآن سننے کا ثواب نہ ہوگا۔ روایت مختارہ امام قاضی خاں پر تو ظاہر ہے کہ وہ متنفل محض کے پیچھے تراویح کی اقتداء
بلا کراہت جائز مانتے ہیں، صرف امام کے حق میں کراہت کہتے ہیں اگر نیت امامت کرے ورنہ اس پر بھی کراہت نہیں،
خانیہ میں فرمایا،

لوصلی العشاء والتراویح والوتر فی منزله ثم
ام قوماً اخرین فی التراویح ونوی الامامة
کرة ولا یکرہ للقوم، ولولہینوا الامامة اولاً و
شرع فی الصلوة واقتدی بہ الناس فی
التراویح لم یکرہ لواحد منہما۔
اگر کسی نے نماز عشاء، تراویح اور وتر گھر ادا کئے پھر
تراویح میں لوگوں کی امامت کی نیت سے تراویح کی
امامت کی تو یہ مکروہ ہے لیکن قوم کے لیے یہ مکروہ نہیں
ہے اور اگر اولاً اس نے امامت کی نیت نہ کی نماز میں
شروع ہوا تھا کہ لوگوں نے تراویح میں اقمہ کر لی تو اب
کسی کے حق میں کراہت نہیں (ت)

اور روایت مختارہ امام شمس اللہ مہر خسی پر اگرچہ یہ ناجائز ہے اور ان لوگوں کی تراویح نہ ہوں گی،
لان التراویح سنة مستقلة شرعت بوجه
مخصوص فلا تتأدی الا بہ۔
کیونکہ نماز تراویح مستقل سنت ہے جو جب مخصوص
پر مشروع ہے تو یہ اسی وجہ مخصوص کے ساتھ ہی
وہ ادا ہوگی (ت)

اور یہی اصح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، عالمگیری میں محیط سے ہے،
الامام یصلی التراویح فی مسجدین فی کل
مسجد علی الکمال لای جوز۔
ایک امام جو دو مساجد میں مکمل طور پر نماز تراویح پڑھا
تو یہ جائز نہیں ہے (ت)

۵۰۰/۱	دار احیاء التراث العربی	باب سجود السمو	لہ رد المحتار
۱۱۱/۱	نولکشور لکھنؤ	فصل فی نیت التراویح	لہ فتاویٰ قاضی خان
۱۱۶/۱	نورانی کتب خانہ پشاور	فصل فی التراویح	لہ فتاویٰ ہندیہ

اسی میں جامع المضمرات شرح قدوری سے ہے، الفتویٰ علی ذلک (فتویٰ اسی قول پر ہے - ت) جوہرہ نیرہ میں ہے :

لوصلی امام التراويح فی مسجدین فی کل مسجد علی الکمال قال ابو بکر الاسکاف لا یجوز وقال ابو نصر یجوز لاهل المسجدین واختار ابو اللیث قول الاسکاف وهو الصحیحؒ

اگر کوئی امام دو مساجد میں مکمل طور پر نماز تراویح پڑھے تو شیخ ابوبکر اسکاف نے فرمایا یہ جائز نہیں، اور شیخ ابونصر نے کہا دونوں مساجد والوں کے لئے جائز ہے، شیخ ابواللیث نے اسکاف کے قول کو اختیار کیا اور یہی صحیح ہے (ت)

نیز ہندیہ میں محیط سے ہے :

لوصلی التراويح مقتداً بمن یصلی مکتوبة او تراویحاً الاصح انه لا یصح الاقتداء به لانه مکروه مخالف لعمل السلفؒ

اگر کسی نے نماز تراویح ایسے شخص کی اقتداء میں ادا کی جو فرض یا وتر یا نفل پڑھا رہا تھا تو یہ اقتداء درست نہیں کیونکہ یہ مکروہ اور عمل اسلاف کے مخالف ہے (ت)

مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ نماز ہی نہ ہوگی، تراویح نہ ہونا اور بات ہے اور نماز نہ ہونا اور بات، الاتری انه انما علی بالکراهة وهذا الفتاویٰ لا یجوز لکن انہا علی کراہت اور مخالفت ماثور وھما لا ینفیان الاقتداء ولا یفسدان الصلوة۔ کو قرار دیا گیا ہے اور یہ دونوں اقتداء کے منافی نہیں اور نہ ہی نماز کو فاسد کرتی ہیں (ت)

تو وہ نماز اگرچہ تراویح نہیں یقیناً نماز صحیح و نفل محض ہے اور نفل محض میں بھی استماع قرآن فرض ہے اور اس ادا کے فرض پر ثواب نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں تو قرآن سننے کا ثواب یہاں بھی ہے یاں روایت مفتی بہا پر اس صورت خاصہ میں یعنی جبکہ امام اپنی تراویح پڑھ کر اسی رات اوروں کی امامت کرے یہ کہہ سکتے ہیں کہ تراویح میں ختم قرآن کا انھیں ثواب نہ ملے گا کہ یہ تراویح نہیں، اور صورت اولیٰ میں تو اس کی طرف بھی اصلاح راہ نہیں کہ وہ نماز بلاشبہ تراویح اور وہ ختم ختم فی التراویح ہے، بات یہ ہے کہ اس مسئلہ میں بھی مولوی صاحب نے مولوی عبدالحی صاحب

۱۱۶/۱	نورانی کتب خانہ پشاور	فصل فی التراویح	۱۔ فتاویٰ ہندیہ
۱۱۸/۱	مکتبہ امدادیہ ملتان	باب قیام شہر رمضان	۲۔ الجوہرۃ النیرہ
۱۱۴/۱	نورانی کتب خانہ پشاور	فصل فی التراویح	۳۔ فتاویٰ ہندیہ

لکھنوی کا اتباع کیا ہے۔ مولوی صاحب لکھنوی خزانۃ الروایات سے ناقل ہیں :

قال السغنائی اما مخرج فی الترایع مرة وختم
ثانیاً بغیر هذا القوم لا یخرج هذا القوم
الثانی عن السنیة لان الاما مخرج السنیة
فصار له نفلا فیدرکون ثواب صلوة النفل
ولا یدرکون ثواب صلوة الترایع

شیخ سغنائی کہتے ہیں امام نے ایک مرتبہ تراویح میں
قرآن ختم کیا تو دوسری قوم سنت کو ادا کرنے والی
قرار نہیں پائے گی کیونکہ امام سنت ادا کر چکا تھا اب
اس کے لیے وہ نفل ہے، لوگ نماز نفل کا ثواب
تو پائیں گے مگر تراویح کا ثواب نہیں پائیں گے (ت)

ظاہر ہے کہ اس کا معنی وہ قول ضعیف ہے کہ جب ختم قرآن ہو جائے تو تراویح سنت نہیں رہتیں،
کیا یفصح عنه قوله یدرکون ثواب صلوة
النفل وقوله لا یدرکون ثواب صلوة الترایع۔

جیسا کہ ان کا یہ قول واضح کر رہا ہے کہ وہ نماز نفل کا
ثواب پائیں گے اور یہ قول بھی کہ وہ تراویح کا ثواب
نہیں پائیں گے۔ (ت)

اور یہ قول ضعیف و ناماخذ ہے اصح و معتمد و معمول بہ یہی ہے کہ ختم اگرچہ ہو جائے تراویح سارے ماہ مبارک میں
سنت متوکلہ ہیں، اسی پر جوہرہ میں جرم کیا اور اسی کو سراج و باج میں اصح کہا۔ عالمگیر یہی ہے،

لو حصل الختم ليلة التاسع عشر او المحادی
والعشرین لا یتروک الترایع فی بقیة
الشهر کلا نہا سنة کذا فی الجوہرۃ النيرة
الاصح انه ینکرہ له التروک کذا فی السراج
الوہاج

اگر قرآن انیسویں یا اکیسویں کو ختم ہو گیا تو باقی ماہ میں
تراویح ترک نہ کیا جائے کیونکہ یہ سنت ہیں، جیسا کہ
الجوہرۃ النيرة میں ہے۔ اصح یہ ہے کہ تراویح کا ترک
مکروہ ہے، جیسا کہ السراج الوہاج میں ہے۔

(ت)

تو اب اس سے عدول کا اختیار نہ رہا۔ فتاویٰ خیر جلد اول میں فرمایا :

انت علی علم بانہ بعد التخصیص علی اصحیة
لا یعدل عنه الی غیرہ

آپ باخبر ہیں کہ جب اس حکم کے اصح ہونے پر تصریح
مل جائے تو دوسرے قول کی طرف عدول نہیں کیا جائیگا

اسی کی جملہ ثانی میں فرمایا : حیث ثبت الاصح لا یعدل عنه (جب اصح کا ثبوت ہو تو پھر اس سے

۱۳۴/۱	مطبع یوسفی لکھنؤ	کتاب الصلوة	لے مجموعہ فتاویٰ بحوالہ خزانۃ الروایات
۱۱۸/۱	نورانی کتب خانہ پشاور	فصل فی الترایع	لے فتاویٰ ہندیہ
۳۹/۱	دار المعرفۃ بیروت	کتاب الطلاق	لے فتاویٰ خیر
۱۰۴/۲	" " "	کتاب الصلح	لے " "

عدول نہ کیا جائے۔ ت) خود مولوی لکھنوی صاحب نے لکھا،

مفتی بہ و مختار محققین آنست کہ تراویح سنت علیحدہ
است و ختم سنت علیحدہ ہیچ ازیں ہر دو تابع دیگر نیست
پس بعد ختم سنت تراویح باقی خواہد ماند چنانکہ
بودیے

باوصف اس جاننے کے پھر مفتی بہ سے عدول ہرگز روا نہ تھا اور اس سے بچنے کے لیے مولوی لکھنوی صاحب کی
یہ توجیہ کہ،

قول مفتی بہ پراگرچہ تراویح از ذمہ مقتدیوں ساقط
خواہد شد چہ در سنت تراویح امام و مقتدی ہر دو برابر
انذ لیکن در سقوط ختم اشکالیست چہ فقہا در باب
اقتدار ضعف نماز امام را اگرچہ بہ یک رکن باشد
مانع اقتدار می نویسند چنانچہ در در مختار و غیر مذکور است
اما اقتدار المسافر بالمقیم فیصح فی الوقت
و یتم لا بعدہ فیما یتغی لانہ اقتدار المقتدی
بالمتمنفل فی حق القعدۃ لواقضاء فی
الاولیٰ یا الیقضاء لواقضاء فی
الآخرین انتہی دریں صورت باوجودیکہ
امام و مقتدی ہر دو تحریمہ فرض بستہ ،
سبب ضعف یک جز از اجزاء نماز امام
حکم بفساد اقتدار دادہ شد پس بناء علیہ
در صورت سوال ہم حکم بعدم سقوط ختم از
مقتدیان دادہ خواہد شد وہیں امر از عبارت

قول مفتی بہ پراگرچہ تراویح مقتدیوں کے ذمہ سے ساقط
ہو جائیں گی کیونکہ سنت تراویح میں امام اور مقتدی
دونوں برابر ہیں لیکن ختم کے سقوط میں اختلاف ہے کیونکہ
فقہا اقتدار کے باب میں نماز امام کے ضعف کو اگرچہ
وہ ایک رکن میں ہو مانع اقتدار قرار دیتے ہیں جیسا
کہ در مختار وغیرہ میں ہے، مسافر کی اقتدار مقیم کے
ساتھ قویٰ نماز میں صحیح ہے اور وہ ادائیگی چار رکعت
کمرے لیکن بعد میں تبدیلی آجاتی ہے لہذا اقتدار دست
نہیں ہوگی کیونکہ اب اگر پہلی دو رکعات میں اقتدار کرے گا
تو قعدہ کے اعتبار سے فرض ادا کرنے والے کی تمنفل کی
اقتدار لازم آئے گی اور اگر آخری دو رکعات میں اقتدار
کمرے تو قرات کے اعتبار سے یہی غرابی لازم آئیگی
انتہی، حالانکہ اس صورت میں امام اور مقتدی دونوں
نے فرض کی تکمیل تحریمہ کی لیکن نماز امام کے ایک جز کے
ضعف کی وجہ سے فساد اقتدار کا حکم جاری ہو گیا۔ اس

۱۳۴/۱

۱۳۵/۱

مطبع یوسفی لکھنؤ

"

کتاب الصلوٰۃ

"

لہ مجموعہ فتاویٰ

لہ

سغنائی مفہوم شود ہر گاہ در باب سقوط ختم و عدم سقوط
آن اختلاف واقع شد پس امام را لازم کہ ختم ثانی
را مع تراویح بخود نذر کردہ گیرد و گوید اللہ ان اختتم
القرآن فی صلوۃ التراویح تا ختم او
واجب شود و اقتدائے مقتدیان درست شود
چنانچہ در خزائن الروایۃ تفصیل آن مذکور است
واللہ اعلم حررہ محمد عبدالحی عفا
عنه

بھی درست ہو جائے، جیسا کہ خزائن الروایۃ میں اس کی تفصیل ہے واللہ اعلم المحرر محمد عبدالحی عفا عنه (ت)
انصافاً شطرنج میں اضافہ بغلہ سے بہتر نہیں اولاً سنن و نوافل میں اضعفیت مانع صحبت بنا، نہیں
ہو سکتی ورنہ جس طرح عاری کے پیچھے لابس کی نماز نہیں ہو سکتی یونہی کلاہ پوش کے پیچھے عامہ بند کی نماز نہ ہو سکے
کہ وہ سنیت میں مقتدیوں سے اضعف ہے۔

ثانیاً یہ مان کر کہ مقتدیوں کے ذمہ سے تراویح ساقط ہو جائیگی پھر یہ فرمانا کہ امام پر نذر ماننا لازم
کہ اقتدائے مقتدیان درست ہو صریح منافی ہے۔

ثالثاً عبارت سغنائی کا ہرگز یہ مفاد نہیں کہ باوصف صحت تراویح صرف اس بنا پر کہ امام ایک بار
ختم کر چکا ہے مقتدیوں کے ذمہ سے ختم ساقط نہ ہوگا بلکہ اس کا معنی صراحتاً وہی تھا کہ تراویح ختم کے لیے تھیں
جب ختم ہو چکا تراویح بھی ختم ہو گئیں تو امام نفل محض پڑھ رہا ہے اور تنفل کے پیچھے تراویح ادا نہیں ہوتیں، و
لہذا تصریح کی کہ ثواب نفل پائیں گے ثواب تراویح نہ پائیں گے، یہ مفاد اس مفاد کے صریح مفاد ہے
نہ کہ باہم اتحاد۔

مملایعاً شروع سے معلوم ہے کہ جماعت نفل بہ تداعی مشروع نہیں اور تراویح باجماعت وارد
ہوتیں تو وجہ متواتر ماثور پر مقصر ہوں گی، اور وہ یونہی ہے کہ امام و مقتدی سب نیت تراویح کرتے ہیں
اضعف واقعی کو دخل نہیں، و لہذا اوپر تصحیح گزری کہ تراویح جس طرح تنفل کے پیچھے ساقط نہ ہوں گی یونہی
مفترض کے پیچھے بھی ادا نہ ہوں گی حالانکہ مفترض یقیناً اعظم قوت پر ہے تو جب تک دلیل صریح سے ثبوت نہ دیا جائے

کہ امام کا ایک بار ختم کیے ہوئے ہونا بھی ماثور و متوارث کے خلاف ہے اس پر اس کا قیاس محض بے معنی ہے بالجلہ تنقل کے پیچھے تراویح نہ ہونا تو ضرور منقول بلکہ اس پر فتوائے فحول اور ایک بار ختم قرآن پڑھ لینے کے باعث حافظ کا امامت دیگران سے معزول ہونا کہیں منقول نہیں اور آپ کی اپنی رائے سے بے نقل صحیح حجت و مقبول نہیں۔

خامساً بلکہ امر بالعکس ہے خود اسی خزانۃ الروایات میں کنز الفتاویٰ سے منقول:

رجل امروما فی التراویح و ختم فیہا ثم
امروم اخرین له ثواب الفضیلة ولہم
ثواب الختم یلہ
کسی نے تراویح میں امامت کرتے ہوئے قرآن ختم
کیا پھر دوسرے لوگوں کی امامت کی ثواب امام
کے لیے ثواب فضیلت اور لوگوں کے لیے ختم کا
ثواب ہوگا (ت)

یہ صریح جزئیہ ہے اور آپ کے خیال کا صاف رد اور قاضی گجراتی کا ارشاد کہ هذا الكتاب غیور مشہور
بین العلماء فلا وثوق به (یہ کتاب علماء کے درمیان مشہور نہیں لہذا اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ ت)
مسلم نہیں صاحب کنز الفتاویٰ امام احمد بن محمد بن ابی بکر حنفی مصنف مجمع الفتاویٰ و خزانۃ الفتاویٰ ہیں
کشف الظنون میں انھیں بلفظ شیخ و امام وصف کیا:

حیث قال کنز الفتاویٰ للشیخ الامام احمد بن محمد حنفی صاحب مجمع الفتاویٰ کی کتاب ہے (ت)
سادساً ہم عنقریب واضح کرتے ہیں کہ نذر سے بھی عقدہ کشائی نہ ہوگی امثال فاضل لکھنوی سے
قال ابو حنیفۃ کذا والحق کذا (امام ابو حنیفہ نے اسی طرح فرمایا ہے مگر حق یہ ہے۔ ت) فرمانے
والے ہیں، مصنف خزانۃ الروایۃ ایک متاخر ہندی قاضی جگن گجراتی کی ایسی تقلید سخت عجیب و بعید
ولکن اللہ یفعل ما یرید والحمد للہ علی اللہ اپنے ارادے کے مطابق کرتا ہے اور صحیح
اسراءۃ السبیل السدید واللہ سبحانہ وتعالیٰ رہنمائی فرمانے پر اللہ تعالیٰ ہی کی حمد و ثنا ہے اور
اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے جس کی ذات نہایت ہی مقدس و بالا ہے (ت)

یست وسوم اگر وہ مسئلہ و تعلیل قبول کر لیے جائیں تو حافظ مذکور اگر نہ بھی مان لے کر میں تراویح

لہ خزانۃ الروایات

۱۵۱۸/۲

منشورات مکتبۃ المثنیٰ بغداد

باب الکاف ۲ کشف الظنون

مع جماعت و ختم قرآن ادا کروں گا تو اب بھی کار بر آری مسلم نہیں کہ مقتدیوں پر وجوب اصلی تھا اور نذر کا وجوب عارضی ہے اور وہ وجوب اصلی سے، اضعف ہے تو اضعف پر اقویٰ کی بنا صحیح نہیں۔ فتح اللہ المعین پھر طحاوی پھر رد المحتار میں ہے :

بناء القوی علی الضعیف انما یمنع اذا كانت القوة ذاتیة فلو عرضت بالنذر كما هنا فلا ومن هنا قال فی شرح المنیة النذر کا لنفل یلہ قوی کی بنا ضعیف پر تب منع ہے جب قوت ذاتی ہو، اگر نذر کی وجہ سے عارضی ہو جیسا کہ یہاں ہے تو پھر مانع نہیں۔ اسی مقام پر شرح منیہ میں ہے کہ نذر نفل کی طرح ہوتی ہے (ت)

اور ضعیف بھی ماننے تو سبب وجوب مختلف ہیں جب بھی بنا صحیح نہ ہوتی جیسے ناذر ناذر کی اقتداء نہیں کر سکتا بلکہ ناذر مفترض کی اقتداء نہیں کر سکتا حالانکہ فرض اقویٰ ہے تو سبب وہی کہ سبب جہد ہے۔ درمختار میں ہے :

لا یصح اقتداء ناذر بمفترض ولا بناذر لان كلا منهما كمفترض فرضا آخر الا اذا نذر احدهما عین منہ و ہر دو نذر الگ الگ فالنذر ادا کر رہے ہیں البتہ اس صورت میں جائز ہوگی جب دونوں کی نذر ایک ہو

کیونکہ اس صورت میں اتحاد حاصل ہوگا (ت) مولوی صاحب نے یہاں بھی فاضل لکھنوی کا اتباع کیا اور فاضل لکھنوی نے حسب حوالہ خود قاضی بکن ہندی کا والحق احق ان یتبع (جبکہ حق ہی اتباع کے لائق تر ہے۔ ت)

بست چہارم تحقیق یہ ہے کہ جس نے فرض جماعت سے پڑھے اور تراویح تنہا وہ تو جماعت وتر میں شریک ہو سکتا ہے، اور جس نے فرض تنہا پڑھے ہوں اگرچہ تراویح جماعت سے پڑھی ہوں وہ وتر کی جماعت میں داخل نہیں ہو سکتا وقد حققناه فی فتاوانا بما یکتفی ویشفی (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس پر تسلی بخش گفتگو کی ہے۔ ت)

۴۶۶/۱	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب الوتر والنوافل	رد المحتار
۲۹۴/۱	دار المعرفۃ بیروت	” ”	طحاوی علی الدر المختار
۸۴/۱	مجتبائی دہلی	باب الامامة	رد مختار

در مختار میں ہے :

لو لم یصل التراويح بالامام یصل الوتر معہ ۱؎

اگر کسی نے تراویح امام کے ساتھ ادا نہیں کی تو وتر امام کے ساتھ ادا کر سکتا ہے (ت)

جامع الرموز میں ہے :

لکنہ اذا لم یصل الفرض معہ لایتبعہ فی الوتر ۲؎

اگر فرض امام کے ساتھ ادا نہ کیے ہوں تو پھر وتر میں امام کی اتباع نہ کرے (ت)

رد المحتار میں ہے :

اما لو صلاھا جماعة مع غیرہ ثم صلی الوتر معہ لا کراہۃ ۳؎

اگر فرض کسی اور کی اقتداء میں ادا کیے پھر وتر دوسرے امام کے ساتھ پڑھے تو اب کراہت نہ ہوگی (ت)

مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی نے بھی فقہائے کرام سے اس کی مخالفت ہی نقل کی اگرچہ صرف اس بنا پر کہ اس کی وجہ اپنی سمجھ میں نہ آئی اپنی خاص رائے مخالف بتائی، اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں :

در قنیہ از عین الائمہ و در تمار خانہ از علی بن احمد
رحمہ اللہ تعالیٰ مرقوم کہ ہر کہ فرض با جماعت ادا نہ کردہ
باشد وتر ہم بجماعت ادا نہ سازد و انہیں در غلیہ
و غیر ما مذکورست لیکن کہ امی و جہ قوی معتد بہ عدم جواز
معلوم نمی شود حتی جواز معلوم مے شود انتہی۔

قنیہ میں عین الائمہ سے اور تمار خانہ میں علی بن احمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ جو شخص فرض جماعت کے ساتھ ادا نہ کرے وہ وتر بھی جماعت سے نہ پڑھے۔ اور اسی طرح غنیہ وغیرہ میں مذکور ہے۔ لیکن اس کے عدم جواز پر قوی و معتد بہ وجہ معلوم نہیں ہو سکی جواز حق معلوم ہوتا ہے انتہی (ت)

امام عین الائمہ کراچیسی و امام علی بن احمد قنیہ وغنیہ و جامع الرموز و رد المحتار کے نصوص صریحہ کے مقابلہ میں آپ کی ”معلوم نمی شود“ (معلوم نہیں ہو سکی۔ ت) پر عمل کی کوئی وجہ نہیں، کما لا یشخنی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے۔ ت)

۱/ ۹۹	مطبع محبت بانی دہلی	باب الوتر و النوافل	لے در مختار
۱/ ۲۱۶	مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران	فصل فی الوتر و النوافل	لے جامع الرموز
۱/ ۴۶۶	دار احیاء التراث العربی بیروت	مبحث صلوٰۃ التراويح	لے رد المحتار باب الوتر و النوافل
۱/ ۳۵-۳۶	مطبع یوسفی لکھنؤ	کتاب الصلوٰۃ	لے مجموعہ فتاویٰ

بست و پنجم بارہ برس سے کم عمر کی تخصیص نہیں بلکہ صحیح و مختار یہ ہے کہ نابالغ کے پیچھے بالغوں کی کوئی نماز جائز نہیں اگرچہ ایک دن کم پندرہ برس کا ہو، امامت بالغین کے لیے بلوغ شرط ہے خواہ یہ ظہور آثار مثل احتلام و انزال خواہ تمامی پانزدہ سال۔ درمختار میں ہے،

لا یصح اقتداءً رجل بصبی مطلقاً ولا فی بالغ مرد کی اقتداء بچے کے پیچھے مطلقاً اگرچہ نفل نفل علی الاصح^۱ نماز میں ہوا صح مذہب پر درست نہیں ہے (ت)

بست و ششم آیت سجدہ کہ نماز میں تلاوت کی جائے سجدہ فوراً واجب ہے، اگر تین آیت کی تاخیر کی گئے گا رہوگا پھر اگر عمد سجدہ نہ کیا نہ معارف کو ع کیا کہ سجدہ تلاوت رکوع سے ادا ہو جاتا تو اس کی اصلاح سجدہ سہو سے نہیں ہو سکتی کہ وہ سجدہ سہو ہے نہ کہ سجدہ عمد، اور اگر سجدہ تلاوت کرنا مجہول گیا اور حرمت نماز سے باہر نکل گیا تو اب بھی سجدہ سہو نہیں ہو سکتا کہ حرمت سے خروج جیسا کہ مانع سجدہ تلاوت ہے یوں ہی مانع سجدہ سہو، یاں اگر حرمت نماز میں باقی ہے کلام نہ کیا اٹھ کر چلا نہ گیا اور یاد آیا تو سجدہ تلاوت پھر سجدہ سہو دونوں کرے، اور سجدہ سہو صرف اسی صورت سے خاص نہیں بلکہ اگر سجدہ تلاوت نماز میں کیا مگر سہواً بتاثر مثلاً دوسری رکعت میں یاد آیا کہ سجدہ تلاوت چاہئے تھا اور اب ادا کیا جب بھی سجدہ سہو کا حکم ہے اگرچہ سجدہ تلاوت نماز میں ادا ہو گیا، درمختار میں ہے،

ھی علی التراخی ان لم تکن صلوتیہ فعلی الفور سجدہ تلاوت لازم ہوتا ہے تراخی کے طور پر بشرطیکہ لصیرو رتھا جزأ منها و یا ثمر بتاخرھا و سجدہ مذکورہ نماز میں لازم نہ ہوا ہو کیونکہ اگر نماز میں یقضیھا مادام فی حرمة الصلوة ولو بعد لازم ہوا تو فی الفور نماز کے اندر کرنا ہی ضروری ہے السلام، فتح^۲ کیونکہ اب وہ نماز کا جز بن گیا ہے لہذا اس کی تاخیر

سے گنہگار ہوگا اور اس کی قضا بجا لا سکتا ہے جب تک وہ حرمت نماز کے اندر ہے اگرچہ سلام کے بعد ہو، فتح۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے،

قوله ولو بعد السلام ای ناسیا مادام قوله سلام کے بعد الخ یعنی مجہول جان والا شخص جب تک مسجد میں ہے سجدہ ادا کر سکتا ہے (ت)

۱/۸۴	مجتبائی دہلی	کتاب الصلوة	۱ درمختار
۱/۱۰۵	"	باب سجود التلاوة	۲ "
۱/۵۱۸	دار احیاء التراث العربی بیروت	" " "	۳ ردالمختار

اسی میں ہے :

لو اخرا التلاوة عن موضعها فان عليه سجود
السجود كما في الخلاصة جانبا ما بانته لا اعتماد
على ما يخالفه وصححه في الولوالجية^۱
اگر نماز میں سجدہ تلاوت مؤخر کر دیا تو اس کی وجہ سے
سجدہ سہو آئے گا جیسا کہ خلاصہ میں بطور جزم بیان
ہے یعنی اس کے مخالفت قول پر اعتماد نہیں کیا جائیگا
ولو الجحیہ نے بھی اسی قول کی تصحیح کی ہے۔ (ت)

ایضاً در مختار میں ہے :

سجود السہو یجب بترك واجب سہو افلا
سجود فی العمد قیل الا فی اربع^۲
میں صرف چار مقامات پر عمد ترک واجب میں سجدہ سہو لازم ہو جاتا ہے (ت)
رد المحتار میں ہے :

اشار الی ضعفه تبعاً للنور الا یضاح لمخالفتہ
للمشهور وقد رده العلامة قاسم بانہ لا یعلم
لہ اصل فی الروایۃ ولا وجہ فی الدراية^۳
نور الايضاح کی اتباع کرتے ہوئے انھوں نے اس کے
ضعیف ہونے پر اشارہ کیا ہے کیونکہ یہ قول مشہور کے
خلاف ہے، اور علامہ قاسم نے اس کی یوں تردید
کی ہے کہ اس قول کی روایت میں کوئی اصل معلوم نہیں اور نہ ہی اس پر کوئی عقلی دلیل موجود ہے (ت)

بست و مفتتح در بارہ ہلال تار کی گواہی شرعاً محض باطل و نامعتبر و حقیقتاً فی فتاویٰ سماجا لامزید
علیہ (ہم نے اس کی اپنے فتاویٰ میں خوب تفصیل بیان کی ہے جس پر اضافہ دشوار۔ ت) نامعتبر شرعی کا
درجہ اعتبار کو پہنچا کیونکہ یہاں بھی مولوی صاحب نے مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کا اتباع کیا ہے مولوی صاحب
لکھنوی نے با آنکہ جا بجا خود بے اعتباری تار کی تصریح کی، جلد اول ص ۵۲۳ اس باب (یعنی رویت ہلال)
میں صرف خبر، تار یا تحریر خطی کافی نہیں جب تک کہ بطور کتاب القاضی الی القاضی (قاضی کا دوسرے
قاضی کی طرف لکھنا۔ ت) کی تحریر نہ پہنچے، قاعدہ الخط یشبہ الخط (تحریر دوسری تحریر کے مشابہ
ہوتی ہے۔ ت) کا مشہور ہے۔ ایضاً صفحہ ۵۴ بحسب ضوابط فقہیہ مجر داخبارات تار وغیرہ درباب

۴۹۴/۱	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب سجود السہو	۱۔ رد المحتار
۱۰۲/۱	مجتبائی دہلی	"	۲۔ در مختار
۴۹۴/۱	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	۳۔ رد المحتار
۲۴۲/۱	مطبع یوسفی لکھنؤ	کتاب الصوم	۴۔ مجموعہ فتاویٰ

حکم صوم و افطار معتبر نہیں ہے۔ صفحہ ۱۰۶ پر یہ لکھا،

واقعی در باب رویت ہلال شہرت اخبار معتبرست اگر از شہرے خبرے رسیدہ کہ بہ شب گزشتہ در آنجا رویت شدہ یا بواسطت تار برقی دریافت ایں امر شدہ تا وقتیکہ شہرت آن نہ شود از تحریرات کثیرہ و اخبار عدیدہ معلوم نہ شود اعتبار آن نباید ساخت۔

رویت ہلال کے بارے میں خبروں کی شہرت معتبر ہے، اگر کسی شہر سے یہ خبر آئے کہ گزشتہ رات اس جگہ چاند دیکھا گیا ہے یا تار کے ذریعے یہ خبر معلوم ہو تو جب تک کثیر تحریروں اور متعدد خبروں کے ذریعے یہ خبر شہرت حاصل نہ کرے اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ (ت)

اس کی شہرت ہو جانے سے یہ تو مراد نہیں ہو سکتی کہ جب اس شہر میں خبر مشہور ہو گئی کہ فلاں جگہ سے تار آیا ہے تو اب وہی تار جس کی خبر شہرت آنا کافی اور بحسب ضوابط فقہیہ معتبر تھی معتبر ہو جائیگا اسے تو کوئی عاقل گمان نہ کرے گا ورنہ کسی فاسق، فاجر، شراب خور، زنا کار کی خبر شہر میں اڑ جائے کہ وہ اپنا چاند دیکھنا بیان کرتا ہے تو چاہئے کہ معتبر ہو جائے، حالانکہ تار اُس سے بھی زیادہ بے اعتبار کہ فاسق اہل شہادت ہے ولہذا اگر حاکم شرع اس کی شہادت قبول کر لے حکم صحیح ہو جائے گا اگرچہ حاکم آثم ہو نص علیہ فی الفتح والبحر والدر وغیرہ من الاسفار الغر (فتح، بحر، در وغیرہ) مشہور کتب میں اس پر تصریح ہے۔ (ت) اور تار تو اصلًا اہلیت شہادت نہیں رکھتا، ہاں شاید یہ مراد ہو کہ جب اُس شہر سے متعدد تار آئیں تو اعتبار کیا جائے گا اور یہ اُس استفاضہ شہرت میں داخل ہوگا جسے فقہائے کرام نے در بارہ رویت معتبر رکھا ہے مگر خیال نہ کیا کہ یہ تعدد ہوگا تو مردیٰ عنہ میں نہ راوی میں کہ یہاں بھی تار بابو اُن سب تاروں کا ناقل ہوگا حالانکہ اُن میں اکثر کفار ہوتے ہیں تو یہ استفاضہ مختصر سے اُس سے بھی بدتر ہوگا کہ ایک فاسق فاجر سر بازار پکارتا پھرے کہ فلاں شہر میں لاکھ آدمیوں نے چاند دیکھا ہے کیا اسے استفاضہ کہیں گے حاشا وکلا، اور جہاں تار گھر متعدد بھی ہوں اور فرض کریں کہ ہر آفس میں اُس شہر سے خبر آئی تو کیا چند کافر یا فاسق یا مجہول اگر کہہ دیں کہ فلاں جگہ کے فلاں فلاں سکّان نے ہم سے اپنا چاند دیکھنا بیان کیا تو یہ حکایت محضہ تاحد استفاضہ پہنچے گی، استغفر اللہ تار والا تو بے چارہ اتنی بات کا بھی گواہ نہیں اُس نے تو تار میں ایک حرکت پائی اور اس سے کچھ حروف مصطلحہ سمجھے جو نہایت جلدی میں کمال بے جرمی کے ساتھ ایک کاغذ پر لے کر چپراسی کے حوالے کیے، حرکت دینے والے بھی خود رویت ہلال

والے نہ تھے، وہ وہاں کے بنگالی بابو یا ہندو یا نصاریٰ وغیرہ تھے، اُن کے پاس چاند دیکھنے والے خود نہ آئے، ایک پرچے پر لکھ کر یا خود انگریزی نہ جانی تو کسی ہندو وغیرہ کفار سے انگریزی کر اگر کسی نوکر چاکر یا راہ چلتے کے ہاتھ تار آفس میں بھیج دی وہ وہاں کا بابو یہاں بھیج دے گا اس کی بلا کو بھی غرض نہیں کہ جس کے نام سے تار جاتا ہے خود وہ بھیجتا بھی ہے یا کسی نے محض جھوٹ اس کی طرف سے تار دلویا ہے ایسے نفیس سلسلے کی خبر اگر شرع معتبر کرے تو قیامت ہے، یہ تو تار کے مہلات ہیں، زبانوں کی کھی ہوئی خود ہمارے آگے مسلمانوں کی ادا کی ہوئی ہزار افواہ بازار ہرگز استفاضہ شرعیہ نہیں جب تک پایہ ثبوت و تحقیق کو نہ پہنچیں پھر متعدد تاروں سے سو اس کے کہ گورنمنٹ کے خزانے میں چند روپے داخل ہو گئے، اور کیا نتیجہ! یہاں جو استفاضہ شرع نے معتبر فرمایا اس کے معنی معلوم کیجئے، ردالمحتار میں ہے:

قال الرحمتی معنی الاستفاضہ ان تاتی من
تلك البلدة جماعات متعددون كل منهم
یخبر عن اهل تلك البلدة انهم صاموا
من رؤیة لا مجرد الشیوع من غیر علم
بمن اشاعه كما قد تشیع اخبار حدثت
بها ساوا اهل البلدة ولا یعلم من اشاعها
فمثل هذا لا ینبغی ان یسمع فضلا من
ان یشبث به حکم اھ قلت وهو كلام حسن
ویشیر الیہ قول الذخیرة اذا استفاض و
تحقق فان التحقق لا یوجد بمجرد الشیوع
شیخ رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ استفاضہ کا معنی یہ ہے کہ
اس شہر سے متعدد جماعتیں آئیں اور ہر کوئی یہ اطلاع
دے کہ انھوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے محض
ایسی افواہ سے نہیں کہ جس کے پھیلانے والا معلوم
نہ ہو جیسا کہ بہت سی باتیں شہروں میں پھیل جاتی ہیں
اور ان کے پھیلانے والا معلوم نہیں ہوتا، تو ایسی
بات کو سُننا مناسب نہیں چہ جائیکہ اس سے کوئی
حکم شرعی ثابت کیا جائے اھ قلت یہ کلام بہت ہی
خوب ہے، ذخیرہ کے ان الفاظ میں بھی یہی بات ہے
کہ جب مشہور و متحقق ہو جائے تب لازم ہوگا کیونکہ
ثبوت و تحقق محض افواہ سے نہیں ہوگا۔ (ت)

دیکھئے استفاضہ اس کا نام ہے کہ اُس شہر سے متعدد جماعتیں آئیں اور سب ایک زبان خبر دیں کہ
وہاں رویت ہوئی اور روزہ چاند دیکھ کر رکھا ہے تحقیق خبریں جن کی سند معلوم نہیں اگرچہ تمام اہل شہر کی زبان پر
ہوں کان رکھنے کے قابل بھی نہیں ہوتیں نہ کہ اُن سے کسی حکم شرعی کا اثبات۔ انصاف کیجئے تو تار کی یہی حالت ہے
شہر والے ہرگز یہ بھی نہیں بتا سکتے کہ یہ اشاعت کن لوگوں کے ہاتھوں سے ہوئی، تار کے فارم کس نے لکھے،

تار باؤ کو فارم دینے کوں گیا، وہاں کا تار باؤ کوں تھا، یہاں کوں ہے چیرا سی کہ دے گیا کوں تھا تو وہی رہا کہ لا یعلم من اشاعہا (اسے مشہور کرنے والے کا علم نہیں۔ ت) اور استفاض لغوی کے ساتھ تحقیق متحقق نہ ہو کہ استفاضہ شرعی ہوتا، اور یہیں سے ظاہر کہ انتظام زمانہ حال جس پر مولوی لکھنوی صاحب نے اعتماد اتکال کیا یہاں کچھ بھی بکار آتا نہیں، انتظام اس کا ہے کہ تار جو دیا جائے اپنی تین مقررہ میعادوں پر بھیج دیا جائے گا اس میں فرق نہ آئے گا مکتوب الیہ ملا تو اسے پہنچا دیا جائے گا، آفس کی غلطی سے نہ پہنچا تو محصول اتنی مدت تک واپس دیا جائے گا۔ یہ انتظام اصلاً نہیں کہ تار دینے جو آئے اس کی شناخت لی جائے کہ آیا وہی ہے یا دوسرا شخص غلط سلط اُس کے نام سے دیتا ہے، نہ اس کا انتظام ہے کہ فارم لکھنے والے نے کلام قائل کا صحیح ترجمہ کیا ہے یا اُس نے کچھ کہا اور یہ تار کے تنگ لفظوں میں اُسے ادا نہ کر سکا یا محصول کے بچاؤ کو مطلب ناقص رہ گیا، نہ اس کا انتظام ہے کہ تار دینے، لینے پہنچانے والے عادل، ثقہ، متقی ہونا درکنار، مسلمان ہی ہوں، پھر انتظام مذکور نے کیا کام دیا، باقی تفصیل فتاویٰ فقیر میں ملاحظہ ہو اور ان تمام خرابیوں سے قطع نظر کیجئے تو قبول استفاضہ جس امر پر مبنی تھا یہاں عامہ بلاد میں سرے سے وہ مبنی ہی مفقود ہے، مبنی یہ تھا کہ استفاضہ سے اُس شہر میں روزہ ہونا بالیقین ثابت ہوگا اور شہر عادیٰ حاکم شرع سے خالی نہیں ہوتا اور روزہ واجب حکم حاکم شرع ہی سے ہو کر تے ہیں تو اس استفاضہ سے معلوم ہوگا کہ اُس شہر میں حاکم شرع نے حکم دیا اور اس کا حکم حجت شرعیہ ہے لہذا مقبول ہوگا جیسے دو گواہ عادل گواہی دیں کہ ہمارے سامنے فلاں حاکم شرع کے یہاں شہادتیں گزریں اور اس نے حکم دیا۔ ردالمحتار میں ہے :

الاستفاضة لما كانت بمنزلة الخبر المتواتر
وقد ثبت بها ان اهل تلك البلدة صاموا
يوم كذا الزم العمل بها لان البلدة
لا تخلو عن حاكم شرعي عادة فلا بد
من ان يكون صومهم مبينا على حكم
حاكمهم الشرعي فكانت تلك الاستفاضة
بمعنى نقل الحكم المذكور
جب استفاضہ خبر متواتر کی طرح ہے اور اس سے
یہ ثابت ہو گیا کہ اس شہر کے لوگوں نے فلاں دن
روزہ رکھا ہے تو اس پر عمل ہوگا کیونکہ عادیٰ شہر
حاکم شرعی سے خالی نہیں ہوتا تو ایسی صورت
میں لامحالہ ان کا روزہ ان کے حاکم شرعی کے فیصلہ
پر مبنی ہوگا تو اب استفاضہ بمعنی حکم مذکور کا نقل کرنا
ہوگا۔ (ت)

یہاں عامۃً بلاد میں نہ حاکم شرعی نہ لوگ پابند احکام شرعی، پھر استغاضہ ہوا بھی تو کیا وحسبنا
اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

بست و، مشتم مسئلہ اختلاف مطالع کی تحقیق اعلیٰ وجہ انیق پر بحمد اللہ تعالیٰ بیان ہو چکی
جس سے روشن کہ وہ اصلاً کبھی کسی ہلال میں معتبر ہونے کے قابل نہیں۔ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کا ایک ارشاد:

انامة امية لا تكتب ولا نحسب الشهر ہم اُمی امت ہیں نہ لکھتے ہیں اور نہ حساب جانتے ہیں
هكذا وهكذا والحديث ہم ماہ کو یوں یوں شمار کرتے ہیں الحدیث (ت)

مطلقاً اس کے ابطال و اہمال کو کافی و وافی کہ اس کی بنا ہر مہینے میں انھیں حسابات غیر مضبوط پر ہے
جن کو شرع مطہر بحیرہ ساقط النظر فرما چکی، مگر دربارہ ہلال اضنی علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کو براہ بشریت ایک
اشتباہ واقع ہوا اور انھیں گمان گزرا کہ یہاں اس کا اعتبار چاہئے وہ خود بھی اسے مسئلہ مذہب نہیں
بتاتے صرف اپنی ایک رائے کہتے اور تصریح فرماتے ہیں کہ یہ حکم میں نے کسی کتاب میں نہ دیکھا اور اس کی
بنیاد دو بلکہ ایک ہی امر پر کرتے ہیں اگر وہ اپنے اس خیال کا منشا ظاہر نہ فرماتے تو شبہ رہتا کہ شاید
یہاں کوئی دقیقہ ہو مگر الحمد للہ کہ ان کے بیان نے امر واضح کر دیا ان دنوں امر میں علامہ شامی کی رائے
سامی سے لغزش ہوئی ہے تو ان کے اتباع کی طرف ہرگز سبیل نہیں۔

امراول یہ فرمایا کہ اختلاف مطالع صوم میں تو اس لیے نامعتبر ہوا تھا کہ حدیث نے اُسے مطلق رویت
سے متعلق فرمایا تھا کہ جب کہیں چاند دیکھا گیا رویت ہوگی بخلاف اضحیہ کہ اس کا ویسا تعلق وارد نہیں۔

امردوم یہ کہ کلام علماء سے کتاب الحج میں مفہوم ہوتا ہے کہ دربارہ حج اختلاف مطالع معتبر ہے تو اگر بعد و قوف
گواہ گزریں کہ آج دسویں تھی قبول نہ کی جائے گی۔ رد المحتار میں فرمایا،

لا يعتبر اختلافهما بل يجب العمل بالاسبق لا يعتبر اختلافهما بل يجب العمل بالاسبق
مرؤية وهو المعتمد عندنا وعند المالكية رؤية وهو المعتمد عندنا وعند المالكية
والحنابلة لتعلق الخطاب عاما بمطلق والحنابلة لتعلق الخطاب عاما بمطلق
الرؤية في حديث صوموا لرؤيته الرؤية في حديث صوموا لرؤيته
اختلاف مطالع کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ پہلے چاند کی رویت پر عمل واجب ہوگا اور یہی ہمارے (اخلاف)
مالکیہ اور حنابلہ کے ہاں معتد ہے کیونکہ حدیث پاک
”صوموا لرؤيته“ (چاند دیکھنے پر روزہ رکھو) میں
خطاب مطلق رویت کو شامل ہے۔ (ت)

۳۱۷/۱ آفتاب عالم پریس لاہور کتاب القیام
۹۶/۲ دار احیاء التراث العربی بیروت مطلب فی اختلاف المطالع

تنبیہ : یفہم من کلامہم فی کتاب الحج ان
اختلاف المطالع فیہ معتبر فلا یلزمہم شیئ
لو ظہر انہ رؤی فی بلدۃ اخری قبلہم بیوم
وہل یقال کذلک فی حق الاضحیۃ لغیر
الحجاج لہ اسرۃ والظاہر نعم لان
اختلاف المطالع انما لم یعتبر فی الصوم
لتعلقہ بمطلق الرؤیۃ و ہذا بخلاف
الاضحیۃ فالظاہر انہا کواکات الصلوۃ
یلزم کل قوم العمل بما عندہم
روزہ کا تعلق مطلق رویت سے ہے بخلاف قربانی کے کہ اس میں ظاہر ہی ہے کہ اوقات نماز کی طرح ہے
ہر قوم پر اپنے اوقات کے مطابق عمل لازم ہوگا۔ (ت)

اقول دونوں صحیح نہیں، الحمد للہ دربارہ اضحیہ بھی ویسی ہی حدیث وارد ہے جیسی صوم و افطار
میں تھی شرع نے اسے بھی مطلق رویت سے ویسا ہی متعلق فرمایا ہے جیسا ان دونوں کو سنن ابی داؤد
شریف میں امیر مکتہ حارث بن عابد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے :

قال عہد الیناس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان
علیہ وسلم ان نفسک للرؤیۃ فان لم
نرہ وشہد شاہدا عدل فسنکنا بشہادتہما
ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
وصیت فرمائی کہ رویت پر قربانی کریں پھر اگر ہمیں
رویت نہ ہو اور دو گواہ عادل گواہی دیں تو ان کی
گواہی سے قربانی کر لیں ۔

امام دارقطنی نے فرمایا : ہذا اسناد متصل صحیح (اس کی سند متصل اور صحیح ہے ۔ ت) اور حج میں
رد شہادت نہ بر بنائے اعتبار اختلاف ہے ورنہ مہینہ بھر سے کم فاصلہ کی رویت گواہ بیان کریں تو مقبول
ہو، حالانکہ علماء مطلقاً رد فرماتے ہیں بلکہ اس کی وجہ دفع حرج ہے جیسا کہ باب و شرح لباب میں
تصریح ہے یعنی ہزار یا کوس کے فاصلوں سے تمام اقطار و اطراف زمین سے لاکھوں بندہ خداج کے لیے

۱۔ رد المحتار مطلب فی اختلاف المطالع دار احیاء التراث العربی بیروت ۹۶/۲
۲۔ سنن ابی داؤد کتاب الصیام آفتاب عالم پریس لاہور ۳۱۹/۱
۳۔ سنن دارقطنی باب الشہادت علی رؤیۃ الهلال حدیث ۱۶۶/۲ نشر السنۃ ملتان

حاضر ہوئے اب کہ وقت گزر گیا گواہ گواہی دینے آئے کہ تم نے دسویں کو وقف عرفہ کیا تھا راج نہ ہوا ، کتنا بڑا
 حرج عظیم ہے ، لاکھوں بندوں کے کروڑوں روپے کا خرچ اور جانوں کی مشقتیں سب برباد گئیں ، اب یا تو
 سال بھر اور یہ تمام لشکر ہائے عظیم الشان مکہ معظمہ میں پڑے رہیں کہ نہ انھیں روٹی نصیب ہو نہ اہل مکہ کے لیے دانہ
 بچے یا حکم دیا جائے کہ سب اپنے وطنوں کو واپس جا کر ویسے ہی کروڑوں کے خرچ اور جانوں کی مشقت سے
 پھر سال آئندہ حاضر ہوں ان دونوں آفتوں سے ان دونوں گواہوں کی تغلیط آسان تر ہے ۔

وقد قال الله تعالى ما جعل عليكم في الدين من حرج يله
 الله تعالى کا ارشاد مبارک ہے : اللہ نے تم پر دین
 میں تنگی نہیں فرمائی ۔ (ت)

ولہذا وہی علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اگر وقت ہنوز باقی اور تدارک ممکن ہے گواہی مقبول ہوگی پھر اعتبار اخلاص
 مطابق کدھر رہا ۔ درمختار میں ہے :

شہد و ابعدا الوقوف بوقوفہم بعد وقتہ لا تقبل
 شہادتہم والوقوف صحیح استحصانا حتی
 الشہود للحرج الشدید وقبلہ ای قبل وقتہ
 قبلت ان امکن التدارک لیلا مع
 اکثرہم والا لا یلہ

گواہی مقبول ہوگی بشرطیکہ رات کو اکثر لوگوں کے ساتھ تدارک ہو سکے ورنہ نہیں (ت)
 خود اسی ردالمحتار میں ہے :

لو شہد و ابعدا الوقوف بوقوفہم قبل وقتہ
 قبلت شہادتہم بخلاف الشہادۃ بانہم
 وقفوا بعد یومہ فان التدارک غیر ممکن
 اصلا فلذا لم تقبل (ملخصاً)

اگر وقف کے بعد گواہوں نے یہ گواہی دی کہ وقف
 وقت سے پہلے ہوا ہے تو گواہی مقبول ہوگی بخلاف
 اس صورت کے جب یہ گواہی ہو کہ وقف یوم عرفہ کے
 بعد ہوا ہے کیونکہ اس صورت میں تدارک ممکن نہیں
 اس لیے گواہی مقبول نہ ہوگی (ت)

۱۸۳/۱	مجتبائی دہلی	باب الہدی	۷۸/۲۲	لہ القرآن
۲۵۱-۵۲/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب الہدی	۷۹	درمختار
			۸۰	ردالمحتار

ان تصریحات کے بعد اُس سے اعتبار اختلاف مطالع کی طرف خیال جانا محض شانِ بشریت ہے۔
 كَذَلِكَ يَرِيكُمُ اللّٰهُ اَيْتَهُ فِى الْاَفَاقِ وَفِى الْاَنْفُسِكُمْ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے۔
 لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ آفاق میں اور خود تمہارے اندر تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

بسنّت و نہم چالیس روپے کو نصاب قرار دینے میں بھی شاید مولوی صاحب نے مولوی عبدالحی صاحب
 لکھنوی کا اتباع کیا ہے مگر وہ صحیح نہیں صحیح چھپن روپے ہے جیسا کہ جواہر اخلاطی سے ثابت ہے اور ہم نے اپنے
 فتاویٰ میں اُسے مفصل ذکر کیا۔

سیم تاریخ ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۹ کو شب قدر بالا اختلاف اور ۲۷ رمضان کو شب قدر بالا اتفاق
 فرمانے میں شاید اتفاق سے مراد قولِ جمہور ہوا اگرچہ بالا اختلاف سے اس کا مقابلہ سخت موہم خلاف ہے ورنہ لازم
 آئے گا کہ اُن تاریخوں میں شب قدر ماننے والوں کے نزدیک ایک رمضان میں دو دو شب قدر ہوں، ایک ان
 کے قول خاص کے مطابق اور دوسری ۲ کو قولِ متفق علیہ کے موافق۔ یونہی اس اشتہار میں اغلاط بکثرت ہیں مگر
 بعد اایام مبارک اگر انصاف و ہدایت مطلوب ہو تیس رو کیا کم ہیں، واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ
 جل مجدہ اتم و احکم۔